تصوّف وصُوفیاء
اوراُن کا نظامِ تعلیم وتربیّت

تالیف

حبیب الاُمّت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و صدر مفتی بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجرپور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور پوسٹ سنجرپور ضلع اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)

ملنے کا پتہ مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

تصوّف وصُوفیاء اوراُن کا نظامِ تعلیم وتربیّت

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مکتبۃ الحبیب

MAKTABA-AL-HABIB

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM

MUHAZZABPUR P.O.SANJARPUR DISTT. AZAMGARH U.P. INDIA

Mobile: 09450546400

لکل شئ صقالة و صقالة القلب ذکر الله

تصوف وصوفیاء

اوران کا نظام تعلیم وتربیت

تالیف

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ناشر:

مکتبہ الحبیب

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

نام کتاب: تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صفحات: 108

اشاعت اول: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ/جنوری ۲۰۱۶ء

اشاعت دوم: مارچ ۲۰۲۲ء

تعداد: گیارہ سو(1100)

قیمت: 100

ناشر: مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور
پوسٹ سنجرپور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کے پتے

۱- مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

۲- مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن

۳- اسلامک بک سروس دریا گنج، دہلی

۴- مکتبہ طیبہ دیوبند

بسم الله الرحمن الرحيم

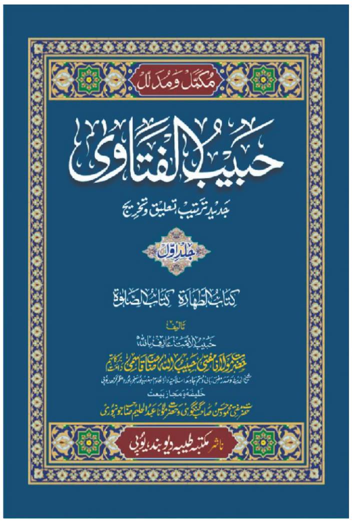
مکمل ومدلل
حبیب الفتاوی
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد اول
کتاب الطہارۃ کتاب الصلوۃ
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

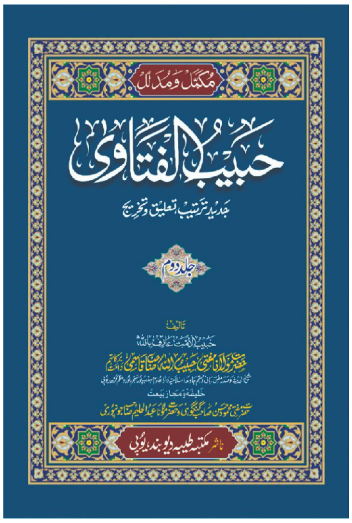
مکمل ومدلل
حبیب الفتاوی
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد دوم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

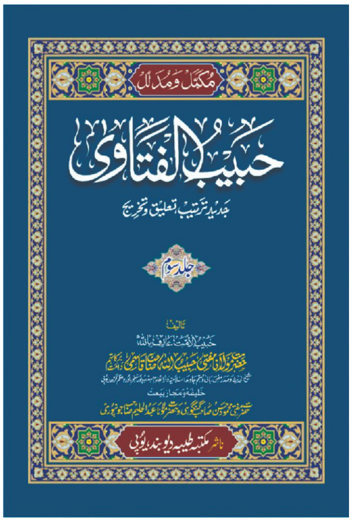
مکمل ومدلل
حبیب الفتاوی
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد سوم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

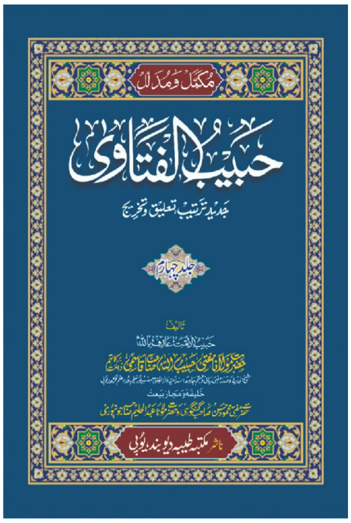
مکمل ومدلل
حبیب الفتاوی
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد چہارم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

فہرست

نمبرشمار	عناوین	صفحہ
۱	عرض حبیب (مقدمہ)	۱۱
۲	تصوف وصوفیاءاوران کانظام تعلیم وتربیت	۱۷
۳	بعثت نبوی کے مقاصدارابعہ	۱۷
۴	تصوف کی حقیقت	۱۸
۵	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءکا ملفوظ	۱۹
۶	تصوف وصوفی کی حقیقت	۱۹
۷	سب سے پہلے صوفی	۲۰
۸	خانقاہ کامفہوم	۲۰
۹	حضرات صوفیاءکادائرہ کار	۲۱
۱۰	حضرات صوفیاءکادائرہ کاروعمال:	۲۱
۱۱	کمال حسن اخلاق کے صفات ثلاثہ	۲۲
۱۲	تصوف اوراحسان	۲۳
۱۳	حضرات صوفیاءکامقصدحیات	۲۳
۱۴	زندگی صرف وہی ہے جویادحق میں بسرکی جائے	۲۴
۱۵	محبت الٰہی کے حصول کے ذرائع	۲۵

۱۶	تصوف اور خدمت خلق	۲۶
۱۷	طبقات صوفیاء	۲۷
۱۸	حضرات صوفیاء امراء و حکام کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے	۲۹
۱۹	طبقہ ثانیہ	۳۰
۲۰	مامون کے زمانہ میں عقلیت کے طوفان کی آمد	۳۰
۲۱	عقلیت کو عشقیت کی آگ سے جلایا	۳۱
۲۲	طبقہ ثالثہ	۳۲
۲۳	فقہی حیلہ بازیوں کا نتیجہ	۳۳
۲۴	گروہ صوفیاء	۳۳
۲۵	حضرات صوفیاء کے ۱۱ر گروہ	۳۴
۲۶	تعارف کتب تصوف	۳۵
۲۷	تعارف اصطلاحات تصوف	۳۸
۲۸	تصوف اور مذاہب اربعہ	۳۹
۲۹	تصوف اور حضرات شعراء	۴۰
۳۰	تصوف کا اصل مایہ عشق حقیقی ہے	۴۰
۳۱	تذکرہ سلاسل اربعہ	۴۲
۳۲	تذکرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ	۴۳
۳۳	تذکرہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۴۴

۳۴	تذکرہ شیخ بہاء الدین نقشبندیؒ	۴۶
۳۵	تذکرہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۴۷
۳۶	ہندوستان اور سلاسل اربعہ	۴۹
۳۷	حضرات صوفیاء اور اکناف ہندوستان	۵۰
۳۸	بہار میں طریقت کی آمد	۵۰
۳۹	صوبہ بنگال میں طریقت کی آمد	۵۱
۴۰	صوبہ گجرات اور طریقت	۵۱
۴۱	علاقہ دکن میں طریقت کی آمد	۵۲
۴۲	حضرات صوفیاء اور بیعت	۵۲
۴۳	بیعت کی حقیقت	۵۳
۴۴	حضرات صوفیاء کا انداز تربیت	۵۴
۴۵	تزکیہ کا مؤثر طریقہ	۵۵
۴۶	قلب کو بیدار کرنے کا طریقہ	۵۵
۴۷	برائیوں کو دور کرنے کا ایک طریقہ	۵۶
۴۸	قلب اور حضرات صوفیاء	۵۶
۴۹	حضرات صوفیاء کی اجازت کا معیار	۵۸
۵۰	لباس صوفیاء	۶۰
۵۱	حضرات صحابہ کی ٹوپی کا تذکرہ	۶۱

۵۲	چہار پلیوں والی ٹوپی کا تذکرہ	۶۲
۵۳	مزاج صوفیاء	۶۲
۵۴	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ	۶۳
۵۵	شیخ سعدی کا ملفوظ	۶۳
۵۶	بیعت کا مقصد	۶۴
۵۷	بیعت کا ثبوت	۶۵
۵۸	جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے	۶۶
۵۹	بیعت کے اقسام	۶۷
۶۰	ادب وتأدب اور سالکین	۶۸
۶۱	ادب وتأدب کی برکات	۷۰
۶۲	شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد	۷۰
۶۳	حضرت بشر حافی کا واقعہ	۷۰
۶۴	خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ	۷۱
۶۵	حضرت شمس العارفین کا واقعہ	۷۲
۶۶	حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ	۷۳
۶۷	حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا واقعہ	۷۳
۶۸	طریقت کی رکاوٹیں	۷۴
۶۹	ذکر میں دل نہ لگنا کبھی غیر ضروری پابندی کی وجہ سے ہوتا ہے	۷۴

۷۰	کبھی غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے	۷۵
۷۱	قبض کے اسباب مختلف ہیں	۷۵
۷۲	قبض وسط کا تعارف وحکمت	۷۵
۷۳	جذب وسلوک کا تعارف	۷۶
۷۴	قبض باطنی کے ازالہ کا طریقہ	۷۶
۷۵	علم کے باوجود مرشد کی ضرورت	۷۷
۷۶	ذکر سے متعلق اہم ہدایات	۷۷
۷۷	ذکر وشغل کا ثمرہ	۷۸
۷۸	استقامت علی الذکر کا فائدہ	۷۸
۷۹	دوام ذکر کا فائدہ	۷۹
۸۰	ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے	۸۰
۸۱	اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے	۸۰
۸۲	ذکر میں تعداد نہیں بلکہ یکسوئی مطلوب ہے	۸۱
۸۳	تہجد میں بیداری کا نسخہ	۸۱
۸۴	ذکر میں کیفیات مطلوب نہیں	۸۱
۸۵	ذاکر اگر مریض ہو تو پہلے مرض کا ازالہ کرے	۸۲
۸۶	ذکر میں سوزش کا علاج	۸۳
۸۷	سوتے وقت ذاکر ذکر لسانی سے گریز کرے	۸۳
۸۸	ذکر میں لفظ اللہ میں تفخیم ومد ضروری نہیں	۸۴

۸۹	چنداصطلاحات تصوف	۸۴
۹۰	استغراق کا تعارف	۸۴
۹۱	قبض کا تعارف	۸۵
۹۲	صحبت شیخ کے منافع	۸۵
۹۳	راہ سلوک کے منتہی کی نشانیاں	۸۷
۹۴	سلوک کی انتہاء کے صفات	۸۸
۹۵	سالک کے واجبات	۸۹
۹۶	سلوک کا زہر	۹۰
۹۷	طریقت کا خلاصہ	۹۱
۹۸	باطن کی کمزوری کا اثر ظاہر پر	۹۱
۹۹	شیخ سے وابستگی کا فائدہ	۹۲
۱۰۰	سالک کے لئے دو کام ضروری ہیں	۹۳
۱۰۱	سالک کے لئے غیر ضروری امور	۹۳
۱۰۱	قبض کے اسباب مختلفہ	۹۴
۱۰۲	اللہ والا بننے کے لئے تین رکاوٹیں	۹۵
۱۰۳	تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم	۹۸
۱۰۴	حبیب الفتاوی ارباب افتاءواصحابِ علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ	۱۰۱
۱۰۵	حضرت حبیب الامت کی تصنیفات ایک نظر میں	۱۰۳
۱۰۶	جامعہ کا مختصر تعارف	۱۰۶

عرض حبیب

حضرت نبی پاک ﷺ کے عہد مبارکہ میں نہ دارالعلوم کی ضرورت تھی نہ دارالتصنیف والتالیف کی نہ دارالافتاء کی ضرورت تھی نہ جامعات کی نہ خانقاہوں کی ضرورت تھی نہ صاحب کشف وکرامت افراد کی بلکہ یہ سارا کام حضرت نبی پاک ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کی نظر کیمیا اثر سے ہورہا تھا۔ان سارے کاموں کے لئے مسجد نبوی کافی ووافی تھی۔

لیکن جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا اور لوگ آپ ﷺ کے زمانہ سے دور ہوتے گئے نیز حضرات صحابہ کرامؓ مختلف خطوں میں پھیلے اور ان کے اخلاق ومعاشرت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔اسی کے ساتھ نت نئے فتنے بھی وجود میں آنے لگے جس کی وجہ سے حضرات صحابہؓ حضرات تابعینؒ نے مختلف علوم وفنون کی اشاعت کے ساتھ اس کی تدوین وترتیب کی بھی ضرورت محسوس کی۔

چنانچہ تدوین قرآن، تدوین حدیث، تدوین فقہ، تدوین علم کلام وغیرہ اسی کا ثمرہ ہے اسی طرح تزکیہ اخلاق کا جو کام دور نبوی میں ہورہا تھا اس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اور اس کام کے رجال بھی اللہ پاک نے پیدا کئے جنہوں نے اس کو اپنا مشن بنا کر کام کرنا شروع کیا اور تسلسل کے ساتھ یہ عظیم کام بھی

انجام پذیر ہونے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح، اخلاق کی جان، اور ایمان کا کمال ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے، تصوف کی مستند کتابیں، قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس جیسی تصوف کی اہم اور بنیادی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ کو یقیناً یہ اندازہ ہوگا کہ حضرات صوفیاء کرام کے یہاں کتاب وسنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام والتزام رہا ہے۔

حضرات صوفیاء کرام نے ہمیشہ اپنے مریدین کو اس کی ہدایت کی کہ کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی زندگی کو قرآن وسنت کے آئینہ میں دیکھنا ضروری ہے، بلکہ حضرات صوفیاء کرام کا یہ عقیدہ رہا کہ جس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ زندقہ ہے اس کا شمار صوفیاء کے طبقہ میں ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

اسی وجہ سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت، حقیقت کا علم رکھتا ہو، اس مسئلہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا اس قدر اہتمام والتزام تھا کہ وہ کسی غیر عالم کو خرقہ خلافت سے نہیں نوازتے تھے۔

الغرض حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتے، یا قرآن وسنت سے ہٹ کر یہ کوئی الگ گروہ ہے۔ یہ خیال ان لوگوں کا تو ہوسکتا

ہے جو تصوف اور صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم وتربیت اور ان کے معمولات شب وروز اور ان کی روحانیت سے نابلد ہیں۔

لیکن جو حضرات ان کی روحانیت اور ان کے نظام تعلیم وتربیت سے واقف ہیں وہ ایسی سفیہانہ گفتگو کبھی بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا میں اسلام کا ظہور ایک ایسے ضابطہ کے طور پر ہوا جو مظلوموں کا حامی تھا حکمراں طبقہ کی نفسیات اسے چھو کر بھی نہیں گذرتی تھیں۔

لیکن حضرات صوفیاء کرام نے اسلام کے اس مزاج کو خوب سمجھا، اس لئے ان حضرات نے کردار کی فضیلت پر ہمیشہ زور دیا اور خدمت خلق کو اس فضیلت کا معیار ٹھہرایا، اسی وجہ سے ان لوگوں کا ایمان حضرات صوفیاء کرام کے یہاں ناقص متصور ہوتا تھا جو انسانی خدمت سے دور ہوں اور اسی وجہ سے حضرات صوفیاء کے یہاں یہ بات خاص وعام کی زبان زد تھی:

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادۂ ودلق نیست

یعنی تصوف صرف ہاتھ میں تسبیح لے کر اور گدڑی پہن کر مصلی نشیں ہونے کا نام نہیں ہے، بلکہ انسانوں کے درد کو اپنا درد بنانے والا اور ان کی ضلالت وگمراہی کو اپنی آہ سحر گاہی سے جوڑنے والا اور ہر ایک کے دکھ درد میں کام آنے والا اور ہر ایک کا اپنے کو خادم سمجھنے والا صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرات صوفیاء کرام نے کبھی بھی اپنے کو امراء، حکام، سلاطین، اغنیاء کے در کا جانشیں نہیں بنایا اور نہ بننا پسند کیا اور نہ بننے والوں کو پسند کیا، بلکہ ہمیشہ ان کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے اور دعاء کے ساتھ ان کی اصلاح بھی کرتے رہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے عربی کا مشہور مقولہ ہے، نعم الامیر علی باب الفقیر وبئس الفقیر علی باب الأمیر۔ اس فقرہ کو ملا علی قاری نے بھی اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''مرقاۃ المفاتیح'' شرح مشکوۃ المصابیح میں نقل کیا ہے۔ اور قریب کے بزرگوں میں ان کے ایک نواب مرید نے جب سونے کے پترے پر ایک لمبی چوڑی خطہ اراضی کو نظام خانقاہ کی درستگی کے لئے بطور نذرانہ کے پیش کیا تو اس اللہ کے ولی نے اسی پترے کے پشت پر یہ شعر لکھوا کر اس اراضی کو قبول کرنے سے معذرت کردی:

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام ایک اشترا کی اصول زندگی بسر کرنے کے قائل تھے چند کپڑے، اکل وشرب کے چند برتن، تسبیح وجانماز اور کتابوں کے علاوہ کسی اور چیز کی ملکیت کا تصور ان کے یہاں روا نہیں تھا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام کی غالب اکثریت علماء وفضلاء کی ہوتی تھی اور ان کا انسانوں کے ہر طبقے سے دردمندانہ گہرا تعلق ہوتا تھا، کیونکہ تصوف زیردستوں اور مظلوموں کا مسلک تصور کیا جاتا تھا۔

اسی طرح حضرات صوفیاء کرام بہت زیادہ امن پسند ہوا کرتے تھے، کسی کو ملامت کرنا، کسی کو مارنا، کسی کو بھگانا، لڑائی جھگڑا، آپسی نزاعات سے یہ کوسوں دور رہا کرتے تھے ان کا مزاج ہمیشہ صلح کل کا رہا اور ہر ایک کے ساتھ محبانہ، مشفقانہ، ہمدردانہ، پدرانہ، برادرانہ تعلقات کی حوصلہ افزائی کرتے تھے خود بھی اس پر عمل پیرا رہتے تھے اور متعلقین، متوسلین، مسترشدین اور محبین کو بھی اس کی ہدایت کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء اور اولیاء کا راستہ عوام کے راستے سے جداگانہ ہے عوام تو دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن ہوتے ہیں لیکن حضرات صوفیاء واولیاء دوست اور دشمن دونوں کے دوست ہوتے ہیں۔

الغرض کسی بھی چیز کو سمجھنے کے لئے اس کی گہرائی میں اترنے کی ضرورت ہوتی ہے یہ خادم بچپن ہی سے تصوف اور صوفیاء، مشائخ واولیاء، صلحاء واتقیاء کا عقیدت منداور محبت کش رہا اور ان آنکھوں نے ایک دو نہیں درجنوں نہیں بلکہ سیکڑوں اولیاء اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی، بالخصوص مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور ان کی خدمت عالیہ میں تشریف لانے والے مشائخ عظام اسی طرح فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور ان کی خدمت میں تشریف لانے والے کبار علماء، فقہاء ومشائخ، اسی طرح حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ اور ان کی خدمت میں تشریف لانے والے حضرات صدیقین صلحاء، اتقیاء عارفین، اسی طرح مرشد امت حضرت مولانا شاہ

عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ اوران کی خدمت میں تشریف لانے والے ارباب علم وفضل، اصحاب کمال، واصحاب نسبت۔

ان بزرگوں کی مصاحبت ورفاقت اوران کے روز وشب کے معمولات دیکھنے کے بعد سے یہ خواہش رہی کہ تصوف اور صوفیاء اوران کے نظام تعلیم وتربیت پرعوام امت نے بلکہ نادانستہ یا دانستہ کچھ خواص امت نے بھی ایک دبیز چادر ڈالدی ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کا ایک مخصوص ذہن بن گیا ہے کہ تصوف قبر پرستی، مزار پرستی، اورمجاورت کے ساتھ چند مخصوص اعمال وحرکات کے مجموعہ کا نام ہے اس لئے خادم نے یہ کوشش کی ہے کہ اختصار کے ساتھ تصوف اور صوفیاء اوران کا مزاج اوران کا انداز جوتعلیم وتربیت کا رہا ہے امت تک پہنچ جائے تا کہ ان کی صحیح رہنمائی ہوسکے اور وہ درست ونادرست کا فیصلہ کرسکیں۔

فقط

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

مفتی حبیب اللہ قاسمی
شیخ الحدیث وصدر مفتی
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
مہذب پور، سنجرپور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا
۱۰/۳/۱۴۳۷ھ

تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولا من أنفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفی ضلال مبين''۔

اللہ پاک کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان حضرت نبی پاک ﷺ کی بعثت مبارکہ بھی ہے۔

بعثت نبوی کے مقاصد اربعہ:

آپ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں، (۱) تلاوت کتاب، (۲) تزکیۂ اخلاق، (۳) تعلیم کتاب، (۴) تعلیم حکمت۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یا جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تزکیۂ اخلاق جو آج خانقاہوں کے ذریعہ ہورہا ہے یہ نبوی کام نہیں ہے تو ان کی یہ سوچ نص صریح کے

خلاف ہے ایسے لوگوں کوقرآن پاک کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حضرت نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں نہ دارالعلوم کی ضرورت تھی نہ خانقاہوں کی، سارا کام مسجد نبوی سے انجام پا رہا تھا، حضرت نبی پاک ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کی نظر کیمیاء جس پر پڑتی اس کے تمام رزائل دور ہو جاتے اور کمالات سے آراستہ ہو جاتا۔

لیکن جوں جوں خیرالقرون سے لوگ دور ہوتے گئے، حضرات صحابہ مختلف علاقوں میں پھیلتے چلے گئے، فتنوں نے جنم لینا شروع کیا اور کام بڑھتا چلا گیا۔ نوبت بایںجا رسید کہ مختلف علوم وفنون کی تدوین ترتیب کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، چنانچہ تدوین قرآن، تدوین حدیث، تدوین فقہ، تدوین علم کلام اسی کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح تزکیہ اخلاق کا کام جو دور نبوی میں ہو رہا تھا اس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اور اس کام کے رجال بھی اللہ پاک نے پیدا کئے اور تسلسل کے ساتھ یہ کام بھی انجام پانے لگا۔

تصوف کی حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ تصوف مذہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

تصوف کی مستند کتابیں، قوۃ القلوب، رسال قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیرالمجالس آپ پڑھیں تو اندازہ

ہوگا کہ حضرات صوفیاء کے یہاں کتاب وسنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام والتزام رہا ہے۔

حضرات صوفیاء نے ہمیشہ اپنے مریدین کواس کی ہدایت کی کہ کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کی زندگی کوقرآن وسنت کے آئینہ میں دیکھنا ضروری ہے، بلکہ حضرات صوفیاء کا یہ عقیدہ رہا کہ جس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہووہ زندقہ ہے اس کا شمار صوفیاء کے طبقہ میں ہرگزنہیں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت، حقیقت کا علم رکھتا ہو بلکہ غیر عالم کو اجازت نہیں دیتے تھے۔

الغرض حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتے اس سے ہٹ کر یہ ایک گروہ ہے۔

یہ خیال ان لوگوں کا ہوسکتا ہے جو تصوف اور صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم وتربیت اوران کی روحانیت سے نابلد ہیں، جو حضرات ان کی روحانیت اوران کے نظام تعلیم وتربیت سے واقف ہیں وہ ایسی سفیہانہ بات ہرگزنہیں کرسکتے۔

تصوف وصوفی کی حقیقت:

صوفی ایک ایسا روحانی لقب ہے جس کا استعمال پہلی صدی ہجری سے

شروع ہو گیا تھا اور دوسری صدی ہجری میں تو اس لفظ نے شہرت حاصل کر لی۔

حضرات صوفیاء چونکہ اکثر صوف یعنی بھیڑ کے بالوں سے بنے کنبل کا استعمال کرتے تھے اس لئے وہ صوفی کے ساتھ مشہور ہو گئے۔ اور یہ طبقہ حضرات تبع تابعین کے بعد زہاد عباد کے نام سے جانا جاتا تھا لیکن جب بدعات کا ظہور ہونے لگا تو خواص اہل سنت والجماعت صوفی کے نام سے جانے لگے۔

سب سے پہلے صوفی:

سب سے پہلے شیخ ابو ہاشم کوفی کو صوفی کے لقب سے پکارا گیا جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد اس لفظ نے عموم اختیار کر لیا۔

خانقاہ کا مفہوم:

حضرات عباد وزہاد انفرادی طور پر عبادت وریاضت میں لگے رہے اور اللہ کا تعلق حاصل کرتے رہے۔

بالتدریج وہ بھی وقت آیا کہ یہ عباد وزہاد اجتماعی طور پر اپنی عبادت انجام دینے لگے اور اس کے لئے مکان مخصوص کا انتخاب کیا پھر وہاں مختلف مقامات کے افراد یکجا ہونے لگے اور مل کر اجتماعی زہد وعبادت میں مصروف رہنے لگے اس طرح خانقاہ تربیت گاہ بن گئی جہاں پہنچ کر بڑے بڑے گنہگاروں کی بھی ذہنی وفکری آب وہواء میں تبدیلی آجاتی تھی ایک دوسرے کا خلوص، تقوی، تدین، انابت، ریاضت بغیر اثر انداز ہوئے نہیں رہتا تھا۔

گویا کہ اس طرح حضرات صوفیاء کو ایک مقام مخصوص میں جم کر اپنے اصول ومزاج کے مطابق مریدین کی تربیت واصلاح کا موقع فراہم ہوجاتا تھا۔ اورمریدین کو یکسوئی کے ساتھ عبادت وریاضت کی جگہ میسر ہوجاتی تھی۔

اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ لفظ خانقاہ، خان اور قاہ سے مرکب ہے خان کے معنی خانہ یعنی گھر کے ہیں اور قاہ کے معنی عبادت یا دعاء کے ہیں اس طرح خانقاہ کے معنی ہوئے عبادت کا گھر۔

حضرات صوفیاء کا دائرہ کار:

حضرات صوفیاء کرام جس انداز سے خانقاہوں میں مریدین کی تربیت فرمایا کرتے تھے اور جن امور واعمال پر خصوصی توجہ مرکوز کرایا کرتے تھے اس کی ایک جھلک یہاں پیش کی جارہی ہے تاکہ حضرات قارئین کو اندازہ ہوسکے کہ حضرات صوفیاء کے دائرہ کار میں کون کون سے اعمال ہوا کرتے تھے۔

حضرات صوفیاء کا دائرہ کار واعمال:

حضرات صوفیاء کا یہ ماننا تھا کہ ارکان اسلام کی پابندی کے بغیر روحانی ترقی ممکن نہیں اس لئے حضرات صوفیاء مریدین کے دلوں میں بنیادی ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج، اتباع شریعت کو راسخ کرانے کی محنت کرتے تھے بالخصوص زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع شریعت وسنت کا اہتمام والتزام کراتے تھے جب ان امور واعمال میں پختگی ہوجاتی تب تعلیم اخلاق کو محور تربیت بناتے

تھے اور اس کی پوری کوشش کرتے تھے کہ رذائل نکل جائیں اور خصائل حمیدہ کا خوگر بن جائے۔

تعلیم اخلاق کے تحت درج ذیل امور خاص طور پر مرکز توجہ ہوا کرتے تھے:

(۱) اصلاح نیت یعنی نیت کی درستگی۔

(۲) استقامت یعنی یک درگیر محکم گیر زندگی کا اصول بنجائے۔

(۳) توکل یعنی اسباب اختیار کر کے بھی پورا بھروسہ اللہ پر رکھے۔

(۴) عفو، یعنی درگذر اور معاف کر دینا۔

(۵) ایثار یعنی دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا۔

(۶) تدین یعنی دیانت داری بالخصوص معاملات میں چونکہ معاملات میں دیانت داری فارغ البالی اور مسرت کی ضمانت ہے۔

(۷) عیب جوئی سے پرہیز، چونکہ عیب جوئی اتنی بری خصلت ہے کہ انسان کو بے کار کر دیتی ہے اور اس کی تعمیری اور عملی صلاحیت تخریبی اور تنقیدی کاموں میں لگ کر فنا ہو جاتی ہے۔

(۸) تحمل یعنی اپنے اندر اپنے ناقدین، حاسدین، مخالفین، اعداء کی باتوں کو برداشت کرنے کی قوت پیدا کرنا۔

کمال حسن اخلاق کے صفات ثلاثہ:

ان امور کے ساتھ بعض صوفیاء نے حسن اخلاق کا کمال ان تین

چیزوں میں پایا:

(۱) لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا۔

(۲) حلال روزی کی جستجو۔

(۳) اللہ کے بندوں کے لئے اپنے ہاتھ اور دل کو کھلا رکھنا۔

چنانچہ تربیت اخلاق کے تحت ان صفات کو بھی مریدین میں پیدا کرانے کی محنت کرتے تھے۔

اس طرح خانقاہی نظام سے وابستہ ہوکر مکمل تربیت یافتہ ہر ایک کے لئے خیر محض ہوا کرتا تھا اور حسن اخلاق کے اعلی منزل پر فائز ہوا کرتا تھا۔

تصوف اور احسان:

حدیث جبرئیل میں حضرت نبی پاک ﷺ نے جس کیفیت کی تعبیر احسان سے کی ہے دراصل حضرات صوفیاء کے یہاں اسی کا نام تصوف ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔

حضرات صوفیاء کا مقصد حیات:

گذشتہ سطور میں یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرات صوفیاء دراصل عباد وزہاد کا دوسرا نام ہے اور وہ ہمہ وقت عبادت وریاضت کے ذریعہ رضاء الہی ومحبت الہی کے حصول میں لگے رہتے تھے اور اسی محبت الہی کے حصول کو مقصد

حیات قرار دیدیا تھا۔

اور محبت کا مطلب انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ انسان کی زندگی سمٹ کر ایک مرکز پر آجائے۔

اس کا بال بال یہ پکارنے لگے کہ میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب پروردگار عالم کے لئے ہے۔

پھر اس کو ایک لمحہ بھی بغیر اللہ کے چین نہ ملے، اور اس کے نفس کے سارے تقاضے سرد پڑ جائیں، بس رضاء الٰہی اس کا حاصل زندگی بن جائے اور خدا کے لئے جینا اور مرنا اس کی زندگی کا محور بن جائے خدا کے لئے جینا اور مرنا یہ ارتقاء انسانیت کی آخری منزل ہے اور یہ نیت کا ایسا زبردست انقلاب ہے جو انسانی زندگی کے مرکز ومحور کو بدل دیتا ہے۔

زندگی صرف وہی ہے جو یادحق میں بسر کی جائے:

حضرات صوفیاء اسی لئے فرمایا کرتے تھے کہ زندگی صرف وہی ہے جو یادحق میں بسر کی جائے، باقی سب دھوکہ ہے۔

محبت الٰہی ایک ایسی دولت ہے جب کسی انسان کو یہ دولت حاصل ہوجاتی ہے تو فکر وعمل کا ہر گوشہ اس سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا اور گہرا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں مرکزیت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ مرکزیت نظام ربوبیت کی ایک شان اور خدا کی وحدانیت پر کامل ایمان کا لازمی

نتیجہ ہے۔

اللہ سے سچی محبت رکھنے والا ہر آن اپنے کو اس کی بارگاہ میں حاضر باش تصور کرنے لگتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معصیت کی تمام راہیں اس کی زندگی میں بند ہو جاتی ہیں۔

جب محبت الٰہی کا پورا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں سونا اور پتھر برابر ہو جاتا ہے اور توکل اور استغناء کی وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اسی سونے کے پترے پر یہ لکھ کر واپس کر دیتا ہے کہ ؎

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

محبت الٰہی کے حصول کے ذرائع:

اب اگر کوئی شخص اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس کی مخلوق سے محبت کرنی ہوگی۔

”**الخلق عیال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**“ اسی کا غماز ہے۔

نیز:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اسی طرح بزرگوں نے کیا خوب کہا ہے:

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادہ ودلق نیست

چنانچہ اگر حضرات صوفیاء کی زندگیوں کو دیکھا جائے تو خدمت خلق کے لئے ان کی ایک ایک سانس وقف ملے گی، اگر کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو وہ پریشان ہو جاتے خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ کسی چیز کی قدر نہ ہوگی۔

تصوف اور خدمت خلق:

الغرض حقیقی تصوف خدمت خلق کا دوسرا نام ہے حضرات صوفیاء نے محبت الٰہی کو خدمت خلق ہی کے ذریعہ تلاش کیا تھا الحاصل تصوف خدمت خلق اور تزکیہ اخلاق کے مجموعہ کا نام ہے اور تزکیہ سے مراد وہی تزکیہ ہے جس کا حکم رب العالمین نے اپنے حبیب پاک کو ویزکیھم کے ذریعہ دیا۔

بالخصوص مشائخ متقدمین میں تصوف ایک اخلاقی پروگرام کا نام تھا جس میں اپنے اور دوسروں کے اخلاق کی درستگی کو زندگی کا اہم فریضہ تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرات صوفیاء نے جن کاموں کو اپنا محور بنایا اور جن راہوں سے گذر کر وہ اللہ تک پہنچے اور اللہ کی محبت میں شرسار ہوئے اور دوسروں کو وہ جس راہ پر ڈال کر گئے وہ ساری چیزیں فراموش کر کے صرف چند اوراد و وظائف اور کشف و کرامات کو مرکزی اور بنیادی حیثیت دیدی جس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ حضرات صوفیاء اور تصوف ان کے ذہن نارسا سے وراء الوراء ہو گیا اور وہ چُنیا بیگم کی پڑیا اس عظیم کام کو سمجھ بیٹھے، اور لوگوں کو اس مبارک عمل سے دور کر دیا۔ حالانکہ روحانی ارتقاء محبت الٰہی، خدمت خلق، اور تزکیہ اخلاق میں مرکوز ہے۔

اور حضرات صوفیاء نے اس کو خوب سمجھا اور اس پر عمل کیا چنانچہ انہوں نے محبت الٰہی کو اپنا مقصد حیات قرار دیا اور خدمت خلق کو اس کے حصول کا ذریعہ بنایا جس کا ثمرہ ان کو ارتقاء روحانی کی شکل میں ملا اور ارتقاء روحانی دراصل انسانیت کی تکمیل کا نام ہے۔

طبقات صوفیاء:

حضرت نبی پاک ﷺ نے اخوت، مساوات، عدل کا جو پیغام دیا تھا خیر القرون کے بعد بالتدریج یہ پیغام انسانی زندگی میں بالخصوص حضرات خلفاء اربعہ کے بعد امراء کی زندگیوں میں کمزور ہونے لگا تا آنکہ وہ دور بھی آیا کہ حضرات عباد وزہاد کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی حجاج بن یوسف کے مظالم کو دیکھ کر حضرت حسن بصری جیسے ولی اللہ گیارہ سال تک گوشہ نشیں رہے اور جب حجاج کے مرنے کی خبر ملی تو سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا اے رب میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے بھی جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔

حضرات صوفیاء کا پہلا طبقہ اس وقت وجود میں آیا جب اموی گورنر ظلم

وستم کے پہاڑ ڈھارہے تھے اور انسانیت ان کے مظالم سے سبوتاز ہوچکی تھی ایسے وقت میں اللہ نے بصرہ اور کوفہ کی سرزمین کو منتخب فرمایا اور اس کو تصوف کا پہلا مرکز بننے کا شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ حضرت اویس قرنی، حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت محمد واسع، حضرت حبیب عجمی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم بن ادھم جیسے کبار اولیاء وصوفیاء کو اللہ نے پیدا فرمایا ان حضرات کا زمانہ ۶۶۱ء سے ۸۵۰ء تک ہے۔

ان حضرات نے پھر اللہ کے ان بندوں کو اللہ سے جوڑنا شروع کیا جو ہر طرح مظالم جھیل کر ٹوٹ چکے تھے اور ان کو کوئی سہارا نظر نہیں آرہا تھا۔

حضرات صوفیاء نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا

ان اولیاء اللہ اور صوفیاء نے ان کو توبہ واستغفار پر لگایا، حضرات صوفیاء نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کیا، ان حضرات صوفیاء نے امت کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام تو کیا لیکن امراء وحکام کی قربت ان کی ملازمت ان کی ملاقات، ان کے تحائف اور نذرانوں سے اپنے کو کوسوں دور رکھا اور ایسے لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو امراء وحکام کے قریب یا ملازم ہوتے۔

ان کا عمل اس مقولہ پر تھا:

بئس الفقير على باب الأمير

نعم الأمير على باب الفقير

اسی کے ساتھ یہ حضرات انفرادی اعمال میں اپنا وقت زیادہ لگاتے رہے اپنے افکار وخیالات کو اجتماعی شکل دینے کی کوئی کوشش نہیں کی نیز کوئی اصطلاح یا طریقۂ کار بھی تجویز نہیں فرمایا اسی طرح تصنیفی کام بھی اس دور میں بہت کم ملتا ہے۔

البتہ حضرت سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک نے کچھ تصنیفی خدمت انجام دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اولیاء، مشائخ، صوفیاء اگرامت کو اصلاح باطن، محبت الٰہی، تزکیہ اخلاق، شوق عبادت میں نہ لگاتے تو اسلام محض ایک سیاسی پروگرام بن کر رہ جاتا۔ ان صوفیاء نے اپنے پروگرام سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام صرف ملک گیری اور حکومت رانی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اصلاح اعمال تربیت نفوس کا ایک مکمل نظام ہے جو انسانوں کو ارتقاء روحانی کا راستہ دکھاتا ہے جو ذریعہ ہے تکمیل انسانیت کا۔

حضرات صوفیاء امراء وحکام کی بھی اصلاح کی فکر میں رہے:

پھر ان اولیاء وصوفیاء واکابر نے صرف امت ہی کو نہیں سنبھالا بلکہ موقع بموقع امراء وحکام کو بھی نکیل لگاتے رہے اگرچہ اس کی پاداش میں ان حضرات کو ان کے مظالم کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن بے باکی کے ساتھ حق گوئی سے باز نہیں آئے۔

چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت حبیب عجمی، حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ وہ کبار اولیاء وصوفیاء

ہیں جنہوں نے امراء وحکام کی بے راہ روی پر سختی سے نکیر کیا اور اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ تمہارا سارا نظام غیر اسلامی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا صحیح تعارف کرانے والے اور ظالم وجابر امراء کو نکیل دینے والے اور کسی نہ کسی درجہ میں شعائر اسلام کو زندہ رکھنے والے یہی کبار اولیاء، مشائخ، صوفیاء، ائمہ ہیں اللہ پاک ان کی قبروں کو نور سے بھر دے، آمین۔

طبقہ ثانیہ:

اس طبقہ میں جن اکابر اولیاء اور صوفیاء کرام کے نام ملتے ہیں ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت بایزید بسطامی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت جنید بغدادی وغیرہم۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ حضرات صوفیاء کے طبقہ اولی نے بنی امیہ کی ملوکیت سے متاثر ہو کر توبہ واستغفار اور خشیت الٰہی پر زور دیا اور اسلام سے ٹوٹے ہوئے اور مظلوم دلوں کی روحانی آبیاری کر کے ان کو اسلام سے قریب کیا بلکہ اسلام پر باقی رکھا۔

مامون کے زمانہ میں عقلیت کے طوفان کی آمد:

ملوکیت کے جبر واستبداد سے ابھی مسلمان سنبھل نہیں پائے تھے کہ

مامون کے زمانہ میں عقلیت کا طوفان آ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے عقائد میں تذبذب، ایمان میں شک اور ذہنوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے اور یہ ثمرہ تھا یونانی علوم وفنون اور فلسفہ کے اسلام میں برآمدی کا، چنانچہ عقلیت کا سیلاب جو مامون کے دربار سے نکلا اس نے مسلمانوں کی زندگی سے مرکزیت کو نکال باہر کیا اوراس کی جگہ لامرکزیت کو پیدا کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقیدہ کی ساری بنیادیں ہل کر رہ گئیں اور مسلمان ذہنی وفکری تشتت کا شکار ہو گیا۔

الغرض عقلیت اور وضعیت کی ایسی آندھی آئی کہ اس نے اچھے خاصے مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کر کے رکھ دیا۔ پھر کیا تھا ذات وصفات باری تعالی، خلق قرآن، دوزخ، جنت، معجزات، معراج جیسے اہم اور انتہائی لطیف ودقیق امور کو بھی عقلیت کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآنی تعلیمات ونصوص کا طریق استدلال دوراز کار دقیقہ سنجیوں میں گم ہو گیا۔

اللہ پاک اس طبقہ ثانیہ کے اکابر صوفیاء ومشائخ وائمہ کی قبروں کو نور سے بھر دے کہ وہ اس عظیم فتنہ کی سرکوبی کے لئے کھڑے ہوئے اوران حضرات نے عقلیت کے خلاف پوری طاقت سے آواز اٹھائی اور عشق پر زور دیا۔

عقلیت کو عشقیت کی آگ سے جلایا:

ان حضرات کی سوچ تھی کہ عقلیت اور وضعیت کے مسموم اثرات کو عشق

ہی دور کر سکتا ہے۔

چنانچہ ان اکابر صوفیاء نے پوری قوت کے ساتھ آتش محبت میں سب کو غرق کیا اور محبت الٰہی اور عشق الٰہی سے سب کو سرشار کیا۔

الغرض طبقہ ثانیہ کے اولیاء اور اکابر صوفیاء نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی اور مرکزیت پیدا کر کے ذہنی وفکری تشتت کو ختم کیا اور ما شاء اللہ اس میں یہ حضرات صوفیاء کامیاب رہے۔ الحاصل فتنۂ ملوکیت کے بعد فتنہ عقلیت کی بھی سرکوبی کا کام اللہ نے حضرات اولیاء، صوفیاء، ائمہ سے لیا، لیکن افسوس امت کے بہت سے افراد ان کی ان خدمات سے نا آشنا ہیں جس کی وجہ سے ان حضرات کی قدر شناسی سے وہ محروم ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

حضرات صوفیاء کے تیسرے طبقہ میں جن اکابر اولیاء وصوفیاء کا تذکرہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

شیخ ابن العربی، شیخ ابو محمد الخلدی، شیخ ابونصر السراج، شیخ ابوطالب مکی، شیخ ابوبکر، شیخ ابوعبد الرحمٰن السلمی صوفیاء کرام کے اس طبقہ نے اس وقت مذہب کی حقیقی روح کو بیدار کیا اور اصلاح باطن اور تزکیہ اخلاق کی طرف امت کو متوجہ کیا۔

فقہی حیلہ بازیوں کانتیجہ:

جب امت کاایک بڑاطبقہ فقہی حیلہ بازیوں کی بھینٹ چڑھ گیااور ہر ایک نے شرعی حکم سے بچنے کے لئے حیلے اور بہانے تراشنے شروع کردیئےاور کتاب الحیل کواصل الاصول سمجھاجانے لگاتب اکابرصوفیاءنے ان کویہ کہہ کرللکارا:

در کنز وہدایہ نتواں دید خدا را

آئینہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

جن لوگوں نے حیلے بہانے کے چکر میں اپنی باطنی کیفیات کوختم کردیا تھاان کے اخلاق کاتزکیہ، باطن کی اصلاح ضروری تھی۔

چنانچہ اس طبقہ کےصوفیاءنے اپنی کاوشوں کے ذریعہ ان کومہلک بیماری سے نکال کرراہ نجات پرلگایا۔

گروہ صوفیاء:

ایک طویل زمانہ تک تصوف کا کام بغیراصطلاحات کے چلتارہااس کام کے نہ اصطلاحات تھے نہ اس موضوع پر کوئی اہم قابل ذکر تصنیف تھی نہ ان میں جماعت وگروہ اورمختلف طبقات تھے بلکہ سب کے کاموں کا حاصل محبت الٰہی، معیت الٰہی ،رضاءالٰہی کاحصول اورعشق الٰہی سے دل کامعمور ہوجاناتھا۔

لیکن بالتدریج انداز بدلتا گیااورصوفیاءکرام مختلف اسماء کےساتھ موسوم

ہونے لگے۔

حضرات صوفیاء کے ۱۱ر گروہ:

چنانچہ شیخ علی ہجویری نے صوفیاء کے ۱۱ گروہ کا تذکرہ کیا جن میں سے ۹ مقبول ہیں باقی دو غیر مقبول، نو مقبول گروہ کے نام یہ ہیں:

(۱) طیفوریہ، اس کی نسبت بایزید طیفور بسطامی کی طرف ہے ان کے یہاں شوق ومستی کا غلبہ تھا، ان کے یہاں سکر کو صحو پر ترجیح حاصل تھی۔

(۲) قصاریہ، اس کی نسبت شیخ حمدون قصار کی طرف ہے یہ جماعت بعد میں ملاحیت کی صورت اختیار کرگئی۔

(۳) نوریہ، اس کی نسبت شیخ ابوالحسن بن نوری کی طرف ہے، ان کے یہاں تصوف فقر سے اونچا تھا اور رخصت کو عزیمت پر ترجیح حاصل تھی۔

(۴) محاسبہ، اس کی نسبت شیخ حارث بن اسد محاسبی کی طرف ہے ان کے نزدیک رضاء مقام نہیں بلکہ حال تھا۔

(۵) تستریہ، اس کی نسبت شیخ سہل بن عبداللہ تستری کی طرف ہے ان حضرات نے تزکیہ نفس کے اصول خود مرتب کئے اور یہ حضرات سزائے نفس کے قائل تھے۔

(٦) حکمیہ، اس کی نسبت ابوعبداللہ بن علی الحکیم کی طرف ہے۔ ولایت کا تصور انہی سے شروع ہوا، ان کا کہنا تھا پوری دنیا اللہ کے

اولیاء کے درمیان تقسیم ہے اور ہر علاقہ ایک ولی کے تحت ہے۔

(۷) خرازیہ، اس کی نسبت شیخ ابوسعید خرازی کی طرف ہے، انہوں نے خفا کا تصور پیش کیا۔

(۸) خفیفہ، اس کی نسبت شیخ محمد بن خفیف کی طرف ہے انہوں نے حضور اور غیبت کا تصور پیش کیا۔

(۹) سیاریہ، اس کی نسبت شیخ ابوالعباس سیاری کی طرف ہے انہو ں نے جمع وتفریق کا تصور پیش کیا۔

(۱۰) حلولی۔

(۱۱) حلاجی، یہ دونوں تناسخ کے قائل تھے اس لئے ان کا شمار مردود گروہ میں ہے۔

تعارف کتب تصوف:

ایک طویل زمانہ تک تصوف کا عظیم فن بغیر اصطلاحات کے چلتا رہا تا آنکہ بالتدریج تصوف کے ایسے رجال پیدا ہوئے جنہوں نے باضابطہ اس فن پر قلم اٹھایا اور جس صاحب قلم نے اس وقت جیسی ضرورت محسوس کی اس کے مطابق تصوف کو مبرہن ومدلل کیا، چنانچہ باب تصوف میں چند کتابیں اساس کی حیثیت رکھتی ہیں، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، منازل السائرین، قوۃ القلوب، التعرف لمذہب اہل التصوف، کشف المحجوب،

احیاء العلوم۔

(ا) شیخ ابوالقاسم قشیری کی کتاب رسالہ قشیریہ تصوف میں سب سے اہم اور مقبول کتاب ہے، تصوف اور صوفیاء پر کیئے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ تصوف اور شریعت وسنت دونوں ایک ہی ہیں اس کتاب نے معترضین کی زبانیں بند کردیں اور تصوف کو قبولیت عامہ حاصل ہوگئی۔

(۲) شیخ شہاب الدین سہروردی، ابن عربی کے معاصرین میں سے ہیں لیکن حضرت جنید بغدادی کے مکتب فکر کے لوگوں میں سے تھے، موصوف کی کتاب عوارف المعارف تصوف کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، حتی کہ چشتیہ سلسلہ کے صوفیاء بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، شیخ شہاب الدین نے اپنی اس کتاب میں تصوف کے بنیادی معتقدات، خانقاہوں کی تنظیم وترتیب، مریدین اور شیخ ومرشد کے تعلقات کے ساتھ دوسرے مسائل تصوف پر بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی ہے۔

(۳) فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، یہ دونوں کتابیں شیخ محی الدین ابن العربی کی مشہورترین کتابوں میں ہے شیخ نے اپنے نظریات کا پورا نچوڑ ان میں پیش کردیا ہے۔

شیخ ابن العربی بایزید بسطامی اور ابوالحسن خرقانی کے نظریات سے کافی متاثر تھے۔

اوروحدۃ الوجود کا نظریہ بھی آپ ہی کا پیش کردہ ہے شیخ ابن العربی کے اس

نظریہ سے اسلام کے اعلی ترین دماغ متاثر ہوئے اور یہ نظریہ تصوف کی روح بنا۔

(۴) منازل السائرین، یہ کتاب شیخ عبداللہ انصاری الہروی کی ہے جو عربی زبان میں ہے تصوف کے موضوع پر یہ بھی اہم کتاب ہے اور اپنے اسلاف وصوفیاء کے یہاں مقبول واہم کتابوں میں اس کا شمار تھا اس کی کئی شروحات بھی لکھی گئیں۔

(۵) قوت القلوب، یہ کتاب شیخ ابو طالب مکی کی ہے شیخ نے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کردیا ہے کہ تصوف قرآن وسنت سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ چیز ہے پھر شیخ نے عبادات کا تذکرہ فقہاء کے ذکر کردہ انداز پر کر کے عبادات کے باطنی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔

(٦) التعرف لمذہب اہل التصوف، یہ شیخ ابوبکر کی بہت اہم تصنیف ہے جس میں شیخ نے تصوف کو مدلل انداز سے پیش کر کے تصوف کی قرآن وسنت سے دل بھر کر تائید پیش کی ہے، یہ کتاب بھی صوفیاء کرام میں بہت مقبول ہوئی۔

(۷) کشف المحجوب، یہ کتاب شیخ علی ہجویری کی ہے جو داتا گنج کے لقب سے مشہور ہوئے، فارسی زبان میں تصوف پر یہ پہلی کتاب تھی، تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے عوام تک تصوف کو پہونچانے میں اس کتاب کا بہت اہم رول رہا ہے۔

(۸) احیاء العلوم، امام غزالی کی یہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے، اس کتاب

میں امام غزالی نے مشائخ متقدمین امام قشیری، ابوطالب مکی وغیرہ کے علوم سے مکمل استفادہ کیا اس کے بعد تصوف کو ایک فن کی حیثیت سے مدون کیا ہر مسئلہ کو دلیل سے ثابت کیا، تصوف کی اصطلاحات کا مفہوم متعین کیا اور اس کو واضح کیا، مشائخ متقدمین نے جو اصطلاحات قائم کر دی تھیں اس کے علاوہ امام غزالی نے اصطلاحات کا اضافہ کیا، مشائخ متقدمین کے بہت سے اعمال وکردار جو تشنہ توجیہ تھے اس کی توضیح مدلل انداز میں کیا اور اس کو صحیح ثابت کیا۔

اس کے بعد بہت سی کتابیں تصوف کے موضوع پر لکھی گئیں یہاں اختصاراً چند اساسی کتابوں کا تذکرہ کردیا گیا ہے تاکہ طالبین کے علم میں آجائے۔

تعارف اصطلاحات تصوف:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ بعد کے اکابر صوفیاء نے تصوف کی کچھ اصطلاحات مقرر کیں جن کی توضیح تفہیم اور اضافہ کا کام امام غزالی نے فرمایا درج ذیل سطور میں ان اصطلاحات کا تذکرہ آرہا ہے، تاکہ سالکین کو ان اصطلاحات کی واقفیت حاصل ہوجائے۔

(۱)وقت، (۲) مقام، (۳) حال، (۴) قبض، (۵) بسط، (۶) ہیبت، (۷) انس، (۸) تواجد، (۹) وجد، (۱۰) وجود، (۱۱) جمع وفرق، (۱۲) فناء وبقاء، (۱۳) غیبت وحضور، (۱۴) صحو وسکر، (۱۵) ذوق وشرب، (۱۶) سر وتجلی،

(۱۷) محاضرہ، (۱۸) کشف ومکاشفہ، (۱۹) مشاہدہ ومعائنہ، (۲۰) لوائح، (۲۱) طوامع، (۲۲) لوامع، (۲۳) ہجوم، (۲۴) تلوین تمکین، (۲۵) قرب وبعد، (۲۶) شریعت، (۲۷) طریقت، (۲۸) حقیقت، (۲۹) نفس، (۳۰) خواطر، (۳۱) حق الیقین، (۳۲) عین الیقین، (۳۳) علم الیقین، (۳۴) شاہد، (۳۵) نفس، (۳۶) روح، (۳۷) سر۔

یہ وہ اصطلاحات ہیں جن کو شیخ ابوالقاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں ذکر فرمایا ہے۔

امام غزالی نے جن اصطلاحات کا اضافہ فرمایا وہ یہ ہیں:

(۱) سفر، (۲) سالک، (۳) مکان، (۴) سطح، (۵) ذہاب، (۶) وصل وفصل، (۷) ادب، (۸) تجلی، (۹) تخلی، (۱۰) علت، (۱۱) اثر عاج، (۱۲) غیرت، (۱۳) حریت، (۱۴) فتوح، (۱۵) وسم، (۱۶) رسم، (۱۷) زوائد، (۱۸) ارادہ، (۱۹) ہمت، (۲۰) غربت، (۲۱) مکر، (۲۲) اصطلاح، (۲۳) رغبت۔

ان اصطلاحات کی تفہیم وتشریح کے لئے احیاء العلوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

تصوف اور مذاہب اربعہ:

تصوف اس قدر مقبول فن رہا ہے کہ اس کو ہر طبقہ میں قبولیت عامہ حاصل رہی ہے چنانچہ مذاہب اربعہ کو ماننے والے حضرات بھی پایہ کے صوفیاء

میں شامل ہیں۔

چنانچہ شیخ علی ہجویری حنفی تھے شیخ ابونعیم اصفہانی شافعی تھے، شیخ عبداللہ انصاری حنبلی تھے۔

اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تصوف صرف کسی ایک مذہب کا فن ہے اور کسی ایک ہی مذہب والے اس میں شامل رہے ہیں۔

تصوف اور حضرات شعراء:

تصوف کی خدمت ہر زبان میں ہوئی حتی کہ نثر کے ساتھ نظم میں بھی اس کی خدمت کی گئی چند حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جنہوں نے پوری فضا کو صوفیانہ جذبات سے معمور کردیا۔

(۱) شیخ ابوسعید ابوالخیر، (۲) حکیم سنائی، (۳) خواجہ فریدالدین عطار، (۴) شیخ عراقی، (۵) نظامی گنجوی، (۶) مولانا روم، (۷) شیخ سعدی۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیانہ شاعری ہی نے شعروسخن میں جان ڈالی ہے ورنہ اس سے پہلے شاعری قصیدہ خوانی، مداحی اور خوشامدی کا نام تھا۔

شاعری دراصل اظہار جذبات کا نام ہے اور تصوف سے پہلے جذبات کا وجود ہی نہیں تھا۔

تصوف کا اصل مایہ عشق حقیقی ہے:

تصوف کا اصل مایۂ خمر عشق حقیقی ہے جو سرتاپا جوش وجذبہ سے لبریز ہوتا

ہے پھر کیا تھا زبان سے جو نکلتا تھا شعلہ بن کر دل سے ٹکراتا اور پھر دل کو گرمائے بغیر وہ کلام نہیں رہتا تھا۔

سب سے پہلے صوفیانہ خیالات کا اظہار شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کیا ان کے اشعار میں عشق حقیقی کی آگ بھری ہوتی تھی جو بھی ان کے اشعار کو پڑھتا بغیر متاثر ہوئے نہیں رہتا تھا، ان کے بعد حکیم سنائی نے اس باغ کی آبیاری کی انہوں نے مستقل تصوف میں دو کتابیں لکھیں، حدیقہ اور سیر العباد حکیم سنائی سے پہلے کسی نے تصوف کے اسرار ورموز کو اس طرح بیان نہیں کیا، بلکہ اخلاقی شاعری کی بنیاد حکیم سنائی کی قائم کردہ ہے خواجہ فریدالدین عطار نے صوفیانہ شاعری کو پھر اتنی وسعت دی کہ قصیدہ، رباعی، غزل تمام اصناف سخن تصوف سے مالا مال ہوگئے لیکن عطار کی توجہ کا خصوصی مرکز وحدۃ الوجود کا مضمون تھا ان کے اکثر اشعار میں یہی مضمون پنہاں ہے۔

مولانا فرمایا کرتے تھے:

عطار روح بود وسنائی دو چشم او
ما از پس سنائی وعطار آمدیم

اور یہ بھی کہا کرتے تھے:

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہماں اندر خم یک کوچہ ایم

الغرض ایک زمانہ وہ آیا کہ تصوف بہ حیثیت ایک فن انتہاء کمال کو پہنچ گیا۔

پھر جو کچھ کمی رہ گئی تھی مولانا روم اور شیخ سعدی نے پوری کر کے اس پر مہر لگادی پھر کیا تھا تصوف کی تحریک معراج کمال کو پہنچ گئی پھر دنیائے تصوف شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور امام غزالی اور مولانا روم کے فلسفہ تصوف اوران کے کلام منثور ومنظوم کے اردگرد گردش کرتی رہی۔

تذکرہ سلاسل اربعہ:

شروع سے ایک طویل عرصہ تک صوفیاء نے انفرادی واجتماعی طور پر بغیر کسی تقسیم کے کارتصوف کو جاری وساری رکھا لیکن ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ حضرات صوفیاء سلاسل اربعہ کے ذریعہ معروف ومشہور ہوگئے۔

سلاسل اربعہ سے مراد چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہے۔

(۱) چشتیہ کی نسبت حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی طرف ہے ان کے مرشد خواجہ عثمان ہارونی تھے اور خواجہ معین الدین چشتی کے مشہور خلفاء میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہیں آپ ۱۴/رجب ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔

اس سلسلہ کی داغ بیل شیخ ابواسحاق شامی نے ڈالی تھی لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام اللہ نے خواجہ معین الدین چشتی سے لیا۔

(۲) قادریہ، اس سلسلہ کی نسبت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف ہے۔

ان کے مرشد شیخ ابوسعید المخزمی تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے

خلفاء میں مشہور خلیفہ شیخ شمس الدین حداد ہیں۔

(۳) نقشبندیہ، اس سلسلہ کی نسبت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کی طرف ہے ان کے مرشد خواجہ امیر کلال ہیں اور خواجہ بہاء الدین نقشبندی کے خلفاء میں مشہور خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار ہیں۔

(۴) سہروردیہ، اس سلسلہ کی نسبت خواجہ شہاب الدین سہروردی کی طرف ہے، ان کے مرشد خواجہ ضیاء الدین سہروردی تھے۔

تذکرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ:

آپ ۱۴ر رجب ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے آپ کا نسب گیارہ پشت پر حضرت امام حسین سے ملتا ہے۔ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی اس وقت آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ اپنے موروثی باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک مجذوب وہاں پہنچ گئے آپ نے ان کی بہت عزت کی اس پر مجذوب نے ایک پھل چبا کر خواجہ کو دیا وہیں سے آپ کی حالت بدل گئی اور طریقت کی راہ پر چل پڑے سب سے پہلے آپ سمرقند پہنچے وہاں آپنے حفظ مکمل کیا اس کے بعد عراق کے قصبہ ہارون پہنچے اور خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوگئے اور ایک ہی دن میں آپ کی تکمیل ہوگئی لیکن بیس سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اس کے بعد اپنے شیخ کے حکم پر ہندوستان تشریف لائے۔ ۱۰ر محرم ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء کو اجمیر پہنچے اور آبادی سے باہر ایک جگہ قیام فرمایا اور پورے ہندوستان میں وہیں سے

ایمان واحسان کا نور پھیلایا مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ ۷۰ سال تک رات کو نہیں سوئے خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے اور فرمایا کرتے تھے جو کچھ ملتا ہے خدمت سے ملتا ہے۔ بلاشبہ آپ ہندوستان کے اہل طریقت کے امام ہیں اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا۔ ہندوستان میں نوے لاکھ انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بالآخران تمام کمالات کے ساتھ ۶رجب یوم دوشنبہ ۹۶ سال کی عمر میں ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۶ء میں اجمیر کی سرزمین کے آغوش میں ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔

تذکرہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی پیدائش ۴۷۰ھ میں جیلان میں ہوئی اور وفات ۱۰ربیع الثانی ۵۶۱ھ بغداد میں ہوئی، مذہب کے اعتبار سے آپ حنبلی تھے عقیدہ کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے حامل تھے فکری اعتبار سے آپ کا شمار تصوف کے عظیم رجال میں ہوتا ہے طریقہ قادریہ کی نسبت آپ ہی کی طرف ہے آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بہت سے صوفیاء اپنے کو قادری لکھتے ہیں۔

آپ کے والد ابوصالح موسی عبادت وزہد میں بہت مشہور تھے اور اعمال کے ذریعہ ہمہ وقت مجاہدہ وتزکیہ نفس میں مصروف رہتے آپ کا سلسلۂ نسب چند پشتوں کے بعد حضرت علی سے ملتا ہے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

ابو محمد عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد بن داؤد بن موسی بن عبداللہ بن موسی بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے بچپن ہی میں علوم شرعیہ کا اچھا خاصا حصہ حاصل کرلیا تھا باقی علوم کی تکمیل کے لئے شیخ نے بغداد کا سفر کیا ۴۸۸ھ میں ۱۸ سال کی عمر میں خلیفہ عباسی مستظہر باللہ کے زمانہ میں بغداد تشریف لے گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں داخل ہو کر حنابلہ کے کبار مشائخ سے فقہ حاصل کیا اور اس وقت موجود کبار محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا اس کے بعد تیس سال تک اسی مدرسہ میں علوم شرعیہ کے آپ استاذ رہے اسی اثناء آپ کے استاذ و مرشد ابوسعید المخر می نے ۵۲۱ھ میں ایک مدرسہ میں مجلس وعظ کا انعقاد کروایا ہفتہ میں تین دن آپ وہاں وعظ فرماتے تھے اتوار اور جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو، بالتدریج آپ کے زمانہ کے بہت سے حکام، امراء، وزراء آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہونے لگے اور آپ کے پراثر بیانات سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے لگے تقریباً ایک لاکھ ڈاکوؤں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا اور پانچ ہزار یہود و نصاری آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے آپ امام غزالی کے افکار سے متاثر تھے، اسی لئے آپ نے اپنی کتاب الغنیہ کا اسلوب و انداز امام غزالی کی احیاء کا رکھا وعظ کہتے ہوئے حضرت شیخ اس قدر مستغرق ہو جاتے تھے کہ آپ کی پگڑی کی پیچ کھل کر زمین پر گر جاتی تھی آپ کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا ابوسعید المبارک المخر می پیر و مرشد کے انتقال کے بعد آپ کا مدرسہ شیخ کے حوالہ کر دیا گیا اس طرح آپ نے اپنے کو علمی خدمات کے ساتھ

تصوف وسلوک، وعظ وارشاد سے ہمیشہ جوڑے رکھا۔

بالآخر ۱۰/ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو آپ نے بغداد میں رہتے ہوئے اس دارفانی کوالوداع کہہ دیا۔

تذکرہ شیخ بہاءالدین نقشبندیؒ:

شیخ محمد سماسی اپنے مریدین کے ساتھ ایک مرتبہ قصر ہندوانی بستی میں مہمان ہوئے اس وقت شیخ بہاءالدینؒ بچہ تھے ان کے دادا نے شیخ محمد سماسی کی خدمت میں دعا کے لئے اس بچہ کو حاضر کیا شیخ محمد سماسی بچہ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اس بچہ کو میں اپنے لڑکے کے طور پر قبول کرتا ہوں اور اپنے مریدین کواس کی بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے زمانہ کا امام ہوگا خواجہ کے دادا تصوف کی لائن سے ان کی تربیت کرنا چاہتے تھے، چنانچہ شیخ بہاءالدین کی جب عمر ۱۸/ سال کی ہوئی ان کے دادا نے ان کی شادی کردی اوراس کے بعد شیخ محمد سماسی کی خدمت میں تحصیل سلوک وطریقت کے لئے ان کو پہونچادیا، ۷۵۵ھ میں جب شیخ محمد سماسی کا انتقال ہوگیا تو شیخ بہاءالدین کے دادا ان کو لے کر شیخ امیر کلال کے پاس پہنچے جو شیخ محمد سماسی کے خلیفہ تھے چنانچہ امیر کلال کی خدمت میں رہ کر سلوک وطریقت کی وہ تربیت حاصل کرتے رہے اوراسی کے ساتھ شیخ امیر کلال نے کہا میرے شیخ محمد سماسی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ میرے اس بچہ کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ برتنا چنانچہ ایک دن وہ بھی آیا کہ شیخ امیر کلال نے ان سے کہا کہ

مجھ کو میرے شیخ نے جو وصیت کی تھی اس وصیت کے مطابق میں نے تمہاری تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کی پھران کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا جو کچھ میرے سینہ میں تھا میں نے سب کچھ تیرے سینہ میں منتقل کر دیا اور جو کچھ میرے بس میں تھا وہ سب کچھ میں نے منتقل کر دیا اب تم ایک عظیم شخص ہو اب اگر اس کے آگے تم بڑھنا چاہو تو کسی ایسے شخص کو تلاش کرلو جو مجھ سے زیادہ قابلیت رکھتا ہو اور تم کو اونچے مقام پر پہنچا سکتا ہو، چنانچہ اس کے بعد سات سال تک شیخ عارف الدین کرانی جو شیخ امیر کلال کے خلفاء میں سے تھے ان کے پاس گذارے اس کے بعد بارہ سال شیخ ترکی کے پاس ٹھہرے جن کا نام خلیل آتا ہے چنانچہ اس کے بعد سلوک میں وہ کامل ومکمل ہو گئے اور اس سلسلہ کے کام کو سنبھال لیا اور لاکھوں مریدین ان کے فیض سے مستفیض ہوئے اور بہتوں نے ان سے اجازت حاصل کی بالآخر شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور اپنے اس باغیچہ میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہو گئے جہاں تدفین کا انہوں نے حکم دیا تھا آپ کی تدفین بخاری کے جس باغیچہ میں ہوئی وہ جگہ آج کی جغرافیائی اعتبار سے ازبکستان میں ہے۔

تذکرہ شیخ شہاب الدین سہرورد یؒ:

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی پیدائش ۵۳۹ھ مطابق ۱۱۴۵ء بغداد میں ہوئی اور وفات یکم محرم ۶۳۲ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۲۳۴ء میں شہاب الدین یحییٰ بن حبش

بن میرک سہروردی شیخ مقتول، شیخ شہید، شیخ اشراق کے ساتھ مشہور ہیں سہرورد ایک شہر کا نام ہے جس کی طرف ان کی نسبت ہے یہ شہر چھٹی ہجری میں آباد ہوا تھا۔

شیخ نے حکمت اور اصول فقہ شیخ مجد الدین جیلی سے حاصل کیا جو کہ امام فخر الدین رازی کے استاذ ہیں اور حکمت میں پورا تبحر حاصل کیا اس کے بعد چند سال عراق وشام میں سیاحت اور مطالعہ میں گذارا اور بہت سے علوم غریبہ میں بھی تبحر حاصل کیا علوم میں تکمیل کے بعد اصفہان شیخ ظہیر الدین فارسی کے پاس پہنچے اور ان سے علم منطق حاصل کیا اور وہیں پر رہتے ہوئے ابن سینا کے افکار سے واقفیت حاصل ہوئی اور ایک زمانہ تک ابن سینا کے افکار وخیالات سے ہم آہنگ رہے اس کے بعد انہوں نے ایران کا سفر کیا اور وہاں قیام کے دوران بہت سے مشائخ تصوف اور بہت سے مجاذیب سے ملاقات کی اور اسی سفر میں یہ تصوف وطریقت کی لائن کے مسافر بن گئے اور مجاہدات شروع کر دیئے ایک سفر میں دمشق کے حلب میں جانا ہوا اور اس جگہ صلاح الدین ایوبی کے لڑکے ملک ظاہر سے بھی ملاقات ہوئی ملک ظاہر صوفیوں سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے حلب میں ان کو قیام پذیر ہونے کی دعوت بھی دی شیخ شہاب الدین سہروردی کو حلب کا ماحول پسند آیا اور ملک ظاہر کی دعوت قبول کرتے ہوئے وہاں قیام پذیر ہو گئے لیکن کچھ بدخواہوں نے ان کے خلاف ملک ظاہر سے شکایت کی اور بعض وجوہ کے تحت ملک ظاہر کو ان علماء کی تائید کی ضرورت تھی جنہوں نے شیخ سہروردی کی شکایت کی تھی مجبوراً ملک ظاہر نے ۵۸۷ھ میں جیل

خانہ میں ڈالدیا اوراس کے بعد شیخ اسی جیل سے دنیا کو الوداع کہہ گئے مشہور یہ ہے کہ جیل میں بھوک کی تاب نہ لاکر دنیا کو الوداع کہا شیخ کی نماز جنازہ ذی الحجہ کے آخری جمعہ ۵۸۷ھ میں ادا کی گئی۔

اور خواجہ شہاب الدین سہروردی کے مشہور خلیفہ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی ہیں۔

ہندوستان اور سلاسل اربعہ:

ہندوستان میں ان سلاسل اربعہ میں سے سب سے پہلے چشتیہ سلسلہ آیا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اس سلسلہ کی ہندوستان میں داغ بیل ڈالی۔

اس کے بعد سہروردیہ سلسلہ آیا خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی نے اس سلسلہ کی ملتان میں داغ بیل ڈالی اور خانقاہ قائم کی۔

مغلیہ دور حکومت میں ان دونوں سلاسل کے بزرگوں نے تزکیہ باطن کا خوب کام کیا۔

لیکن سہروردیہ کا فیض ملتان اور سندھ تک سمٹ کر رہ گیا۔

جبکہ چشتیہ سلسلہ کا فیض پورے ہندوستان میں پھیلا اور ہر چہار طرف اس کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔

اس کے بعد قادریہ سلسلہ ہندوستان میں آیا۔

اس سلسلہ کو شاہ نعمت اللہ قادری نے ہندوستان میں متعارف کرایا اس

کے بعد بہت سے مشائخ اس سلسلہ سے وابستہ ہوئے اس کے بعد خواجہ باقی باللہ نے نقشبندیہ سلسلہ کو ہندوستان میں قائم کیا پھر ان کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے اس سلسلہ کو مقبول عام بنایا اس کے بعد یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام سے معروف ہوگیا۔

حضرات صوفیاء اور اکناف ہندوستان:

اس میں شک نہیں کہ دہلی ایک طویل عرصہ تک اولیاء اقطاب ابدال، غوث، اکابر، مشائخ کا مسکن رہا لیکن ایسا بھی نہیں رہا کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں سے یہ غافل رہے۔

بہار میں طریقت کی آمد:

چنانچہ بہار میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے بہار میں وہ کام انجام دیا کہ دنیا آج بھی یاد کرتی ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سلسلہ فردوسیہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ سلسلہ ہندوستان میں شیخ بدر الدین سمرقندی لائے تھے جو شیخ سیف الدین باخرزری کے خلیفہ تھے۔

لیکن اس کو پروان چڑھانے کا سہرا شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کو جاتا ہے جنہوں نے اپنی خانقاہ کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشق الٰہی کی آگ روشن کردی اور اس سلسلہ سے ایک عالم کو مستفیض کیا۔

صوبہ بنگال میں طریقت کی آمد:

اسی طرح صوبہ بنگال میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ سراج الدین گئے اور انہوں نے وہاں سلسلہ چشتیہ کا تعارف کرایا بالتدریج آپ کے مریدین کے ذریعہ حلقہ وسیع ہوتا گیا آپ کے خلفاء میں مشہور خلیفہ شیخ علاء الحق جو بنگال ہی کے تھے انہوں نے خانقاہ قائم کی اس میں دور دراز سے لوگ اپنی اصلاح کے لئے آنے لگے، اس کے بعد ان کے خلیفہ شیخ نور قطب عالم اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سلسلہ کو مقبول بنانے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔

صوبہ گجرات اور طریقت:

اسی طرح گجرات بھی حضرات اولیاء اور صوفیاء کی آمد اور خدمت اور فیض رسانی سے محروم نہیں رہا۔

شیخ سید حسین، شیخ حسام الدین ملتانی، شاہ بارک اللہ یہ تینوں خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے تھے انہوں نے گجرات میں چشتیہ سلسلہ کا تعارف کرایا۔

لیکن گجرات میں باقاعدہ سلسلہ کی تنظیم اور توسیع کا کام شیخ کبیر الدین ناگوری، شیخ کمال الدین قزوینی، شیخ یعقوب وغیرہ نے انجام دیا۔

اس کے بعد ان کی اولاد اور نسلوں سے اللہ نے یہ کام لیا۔

اسی طرح دکن کا علاقہ بھی اولیاء اللہ اور حضرات صوفیاء کے فیوض وبرکات سے محروم نہیں رہا۔

علاقہ دکن میں طریقت کی آمد:

دکن میں سب سے پہلے خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ برہان الدین غریب پہنچے، انہوں نے وہاں جا کر کام شروع کیا تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی اور عقیدت مندوں کا ہجوم شروع ہو گیا۔

اس کے بعد ایک اور بزرگ سید محمد گیسودراز دکن پہنچ گئے اس طرح ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ سلسلہ کی اشاعت وترویج کا کام خوب ہوا اور بندگان خدا کو وصول الی اللہ کا راستہ ملا۔

اسی طرح خواجہ نظام الدین اولیاء کے تین خلفاء شیخ وجیہ الدین، شیخ کمال الدین، مولانا مغیث الدین مالوہ پہنچے اوران حضرات نے سلسلہ کا وہاں تعارف کرایا اللہ کے بندوں کا تزکیہ کیا اور اللہ سے جوڑا۔

اس طرح حضرات صوفیاء اور اولیاء نے پورے ہندوستان میں پھیل کر تزکیہ نفوس کی خدمت انجام دیا اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔

حضرات صوفیاء اور بیعت:

حضرات صوفیاء کرام کے یہاں بیعت کا جو مفہوم ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ دور نبوی سے یہ چیز چلی آرہی ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم کی اس آیت

مبارکہ میں بھی ہے، "**إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله**" بیعت کے معنی کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنے کے ہیں۔

بیعت واجب وفرض نہیں ہے البتہ اصلاح نفس فرض ہے بیعت کی حیثیت صرف سنت کی ہے لیکن عموماً دیکھا یہی جاتا ہے کہ بغیر کسی اللہ والے سے منسلک ہوئے اصلاح کا کام ہوتا نہیں ہے۔

بیعت کی حقیقت:

یہاں پر یہ ذہن نشیں کرلینا ضروری ہے کہ بیعت کی حقیقت کیا ہے بیعت میں ایک نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے جب انسان اپنے ماضی کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیتا ہے تو بہت سی باتیں اس کو اخلاق ومذہب کے خلاف نظر آتی ہیں پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا ضمیر اس کو ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ دل ہی دل میں اپنے گناہوں سے توبہ شروع کردیتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو طمانینت حاصل نہیں ہوتی بلکہ قلب میں ایک اضطرابی کیفیت رہتی ہے ماضی کے گناہوں کا تصور اس کے لئے سوہانِ روح بن جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے دل ہی دل میں گناہوں سے کی ہوئی توبہ اس کے اس تصور پر غالب نہیں آپاتی۔ لیکن جب وہ کسی نیک طینت پاک باطن صاحب دل اللہ والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اپنے ماضی کے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ ان گناہوں کو نہ کرنے کا عہد کرتا ہے اور جب دل کی زبان سے یہ سنتا ہے کہ **التائب من**

الذنب کمن لا ذنب له،تو اس سے اس کے دل کے زخموں پر ا یک طرح کا پھایہ سا لگ جا تا ہے اور ماضی کے گنا ہوں کا تصور جو کبھی اس کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا اس سے ذہن اس کا ہٹ جا تا ہے پھر وہ نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنی بر باد زندگی کو سنوار نے میں مصروف ہو جا تا ہے، چنانچہ حضرات صوفیاء کی تعلیم وتربیت کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان مجاہدات کا بنیادی مقصد اخلاقی احساس وشعور کو بیدار کر کے اصلاح وتربیت کا سامان فراہم کرنا ہے۔

حضرات صوفیاء کا انداز تربیت:

حضرات صوفیاء کے نزدیک کسی کے عمل کو درست کرنے کے لئے اس کے ادراک واحساس کی اصلاح ضروری ہے چونکہ انسان کے اندر اللہ نے دو قوتیں رکھی ہیں، (۱) قوت بہیمی جس کی تعبیر نفس سے کی جاتی ہے، (۲) قوت ملکوتی جس کی تعبیر قلب سے کی جاتی ہے، نفس میں حسد، بغض، عناد، کبر، غرور، خودرائی، خودبینی، عداوت، شر، فتنہ عموماً ہوتا ہے۔

اس کے بالمقابل قلب میں سکوت، صموت، توکل، قناعت، رضا بالقضاء، ملاطفت، دوسرے خصائل حمیدہ ہوتے ہیں۔

نفس کا رجحان ہمیشہ برائی کی طرف ہوتا ہے اور قلب کا رجحان ہمیشہ اچھائی اور بھلائی کی طرف ہوتا ہے۔

تزکیہ کا مؤثر طریقہ:

حضرات صوفیاء کا یہ ماننا ہے کہ برائی کا سد باب نفس کو کچلنے اور مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ برائی کو دور کرنے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ خفتہ دل کو بیدار کیا جائے جب قلب بیدار ہوجائے گا اور ذکر اللہ کے ذریعہ وہ توانا اور طاقت ور ہوجائے گا تو نفس کے تقاضے خود بخود دب جائیں گے اوراس کی بہیمی قوت کمزور پڑ جائے گی۔

لیکن اگر نفس یعنی قوت بہیمی غالب ہوجائے گی تو آئینہ دل غبار آلود ہوجاتا ہے پھر اس میں انوارات ربانی کو جذب کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی بلکہ انسان صلاح وفلاح سے اتنا دور جانکلتا ہے کہ وہ کسی بھلائی کی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اوراس کا دل کسی ہدایت کو سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا ان دونوں قوتوں میں سے کسی بھی ایک قوت کے غالب آنے کے چند اسباب ہیں، (۱) انسان کا پیدائشی مزاج، (۲) اس کے معاشی حالات، (۳) اس کے خورد ونوش اور غذا کا نظام، (۴) اس کے گردوپیش کے ماحول واحوال یہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے دونوں قوتوں میں سے کوئی ایک قوت غالب آجاتی ہے۔

قلب کو بیدار کرنے کا طریقہ:

حضرات صوفیاء کے نزدیک قلب کی بیداری کے لئے اور ملکوتی قوت کو

بڑھانے کے لئے نمبر ایک پر عبادات کی ضرورت ہے ارکان اسلام کے علاوہ تصوف کے اعمال واشغال کا مقصد بھی یہی ہے کہ قلب کو اس طرح بیدار کردیا جائے کہ اس پر ملکوتی رنگ غالب آجائے۔

چنانچہ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز صحیح اور کامل ومکمل طور پر ادا کی جائے تو یہ اچھے اخلاق پیدا کرتی ہے اور برائی سے بچاتی ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر انسان میں جہاں کچھ برائیاں ہوتی ہیں اسی کے ساتھ کچھ اچھائیاں بھی ضرور ہوتی ہیں، تربیت کی لائن سے حضرات صوفیاء کرام کا ماننا یہ ہے کہ:

برائیوں کو دور کرنے کا ایک طریقہ:

برائیوں کو دور کرنے کے لئے جہاں قلب کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ اس کی اچھائیوں کو اچھالنے کی اور بار بار تذکرہ میں لانے کی ضرورت ہے جس کا اثر نفسیاتی طور پر اس کی طبیعت پر ایسا مرتب ہوگا کہ وہ ازخود برائیوں سے گریز کرنے لگے گا اور ان چند اچھائیوں کے طفیل میں جس کا ذکر بار بار کیا جارہا ہے دوسرے اچھائیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی شروعات کردے گا۔

قلب اور حضرات صوفیاء:

دل کے بارے میں حضرات صوفیاء کرام کا ماننا یہ ہے کہ یہ انوارات الٰہیہ کا مرکز ومحل ہے، اللہ کی معرفت اسی کے ذریعہ ممکن ہے انسان کے جسم میں

گوشت کا یہی وہ ٹکڑا ہے جس کی صلاح اور فساد پر دوسرے سارے اعضاء کا صلاح موقوف ہے اور یہی وہ حصہ ہے جو اس کو مبدأ فیاض سے ملاتا ہے اور وہاں تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا ہے اور اس جسد خاکی کو نظام ربوبیت سے ہم آہنگ کراتا ہے اسی وجہ سے رب العالمین نے اس کو اپنا دارالسلطنت بتلایا ہے اور ارشاد ہے قلوب احبائی دار ملکی اور ارشاد نبوی ہے: القلب بیت اللہ روح الأرواح، احیاء العلوم، عوارف المعارف، فوائد الفواد، قوت القلوب، یہ وہ کتابیں ہیں جن میں قلب مومن کے سلسلہ میں کافی اور وافی معلومات درج ہیں جو قابل دید ہیں، لیکن ہر انسان کا دل انوار ربانی کا محل نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کی مثال آئینہ کی طرح ہے جس کو علامہ اقبال نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

کہ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

جب اس آئینہ پر حجابات پڑ جاتے ہیں تو وہ نظارہ جمال کے قابل نہیں رہتا۔

ابھی چند سطور پہلے یہ بات آچکی ہے کہ ہر انسان میں دو قوتیں کام کر رہی ہیں (۱) بہیمی، (۲) ملکوتی، ایک قوت انسان کو نیچے کی طرف کھینچتی ہے دوسری قوت انسان کو اوپر کی طرف پھر جو قوت زور پکڑ لیتی ہے یعنی توانائی حاصل کر لیتی ہے اسی قوت سے قلب بھی متاثر ہو جاتا ہے یعنی جب قوت بہیمی یعنی نفس

کا غلبہ ہوجاتا ہے تو آئینہ دل غبار آلود ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں انوارات ربانی کو جذب کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی وہ نظارہ جمال کے قابل رہتا ہے۔

حضرات صوفیاء کی اجازت کا معیار:

حضرات صوفیاء کرام کی تعلیمات ومعمولات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک اجازت کا معیار مختلف رہا ہے بلکہ بعض کتابوں سے اجازت کے سات (۷) طریقے معلوم ہوتے ہیں:

(۱) اصالہ، اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب نسبت اللہ کا ولی بامر الٰہی بحکم الٰہی کسی شخص کو خلافت سے سرفراز کرے اس خلافت کا نام حضرات صوفیاء کے نزدیک خلافت الٰہی ہے۔

(۲) اجازۃ، اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شیخ بلا جبر واکراہ برضا ورغبت کسی شخص کو مستحق اجازت سمجھتے ہوئے اس کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردے یہ طریقہ عموماً حضرات صوفیاء اور مشائخ کے نزدیک رائج ہے اس اجازت کا نام حضرات صوفیاء کے نزدیک اجازت رضائی ہے۔

(۳) اجماعاً، اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی شیخ کامل کے وصال کے بعد کچھ خلفاء یا سارے خلفاء یا کچھ مریدین یا سارے مریدین مل بیٹھ کر اس کے ورثاء میں سے کسی وارث کو یا اس شیخ کے مریدین میں سے کسی مرید کو خلیفہ اور

جانشیں مقرر کردیں اس اجازت کا نام حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک قبرائی ہے اور ایسا ماضی تا حال ہوتا آرہا ہے جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ طریقہ حضرات صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے نزدیک غیر معتبر ہے اور ایسی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۴) وارثاً، اس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کامل اور مرشد کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء میں سے کوئی وارث جو شیخ کی حیات میں اجازت کے قابل نہیں تھا جس کی وجہ سے شیخ نے اس کو اپنی زندگی میں اجازت نہیں دی لیکن شیخ کے انتقال کے بعد وہ وارث از خود شیخ کا خلیفہ بن بیٹھا حضرات صوفیاء کرام اور مشائخ کے نزدیک یہ صورت بھی غیر معتبر ہے، الا یہ کہ روحانی طور پر وہ وارث اپنے کو اجازت کے قابل بنالے اور باطنی طور پر یا روحانی طور پر شیخ اس وارث کو اپنی نیابت کا حکم دے تب اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۵) حکماً، اس کا حاصل یہ ہے کہ حاکم وقت کسی شخص کو کسی شیخ کامل ومرشد کا قائم مقام بنادے حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک یہ معتبر ہے چونکہ یہ چیز "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم" کے تحت داخل ہے۔

(٦) تکلفاً اس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کامل سے ان کے خلفاء یا مریدین یا صلحاء کی جماعت اجازت کی سفارش کرے اور شیخ سفارش کی بنیاد پر کسی کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردے یہ صورت بھی حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک معتبر ہے۔

(۷) اویسیہ، اس اجازت کا حاصل یہ ہے کہ شیخ روحانی طور پر توجہ ڈال کر کسی کے قلب کو تجلیات کا حامل بنا دے اور اس کو اجازت وخلافت سے سرفراز کر دے اس طریقہ کا بھی حضرات صوفیاء کے یہاں اعتبار ہے۔

لیکن حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب یہ بات بہت معروف ومشہور ہے کہ حضرت سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کے یہاں اجازت کا معیار کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کسی کے بارے میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کو اجازت دیدینا چاہئے لیکن اس کو وسوسہ سمجھ کر میں ٹال دیتا ہوں کچھ دنوں کے بعد دوبارہ خیال ہوتا ہے پھر وسوسہ سمجھ کر اس کو ٹال دیتا ہوں پھر کچھ دنوں کے بعد خیال ہوتا ہے تب اس کو میں اشارہ غیبی سمجھ کر توکلاً علی اللہ اس کو اجازت دیدیتا ہوں۔

الغرض حضرات صوفیاء کرام کے یہاں اجازت کا معیار مختلف رہا ہے لیکن کثرت مال یا کثرت نذرانہ وہدایا وتحائف کسی کے یہاں بھی معیار نہیں رہا۔

لباس صوفیاء:

یہ بات اس سے پہلے آچکی ہے کہ ابتدائی دور میں اکثر عباد وزہاد صوف یعنی اونی کپڑے یعنی موٹا جھوٹا پہنتے تھے اسی وجہ سے وہ صوفی کے نام سے موسوم ہوگئے اس میں شک نہیں کہ اکثر حضرات صوفیاء اور اللہ والوں کا لباس سادہ اور موٹا جھوٹا ہی ہوا کرتا تھا لیکن حضرات صوفیاء کرام میں بہت سے ایسے اولیاء بھی گذرے ہیں جن کی طبیعتوں میں بے پناہ نفاست، نظافت، نزاکت، لطافت

رہی ہے لہذا اگر کسی اللہ والے کی طبیعت میں یہ صفات ہوں تو ان کو تصوف یا ولایت سے باہر ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح لباس میں بھی حضرات صوفیاء کرام مختلف انداز کے رہے ہیں بعض نے لنگی اور کرتا پہنا ہے تو بعض کا پسندیدہ لباس کرتا کے ساتھ پائجامہ رہا ہے،بعض نے صدری کو پسند کیا ہے تو بعض نے شیروانی کو زیب تن کیا ہے بعض کے سروں پر دوپلیہ لمبی ٹوپی رہی ہے تو بعض کے سروں پر پانچ پلیہ ٹوپی پسندیدہ رہی ہے بعض نے بالالتزام عمامہ کو سر پر پسند کیا تو بعض نے صرف ٹوپی پر اکتفا کیا بعض نے سیاہ عمامہ کو پسند کیا تو بعض نے سفید یا دوسرے الوان کے عمامہ کو پسند کیا۔

الغرض لباس،ٹوپی، پگڑی، صدری، شیروانی،لنگی، پائجامہ وغیرہ کے سلسلہ میں ہمارے اسلاف واکابرین واولیاء کا اپنا اپنا الگ الگ ذوق رہا ہے لہذا کسی کو ایک دوسرے پر تنقید یا طعن وتشنیع یا بے جا تشدد سے گریز ضروری ہے۔

حضرات صحابہ کی ٹوپی کا تذکرہ:

البتہ اتنی بات حدیث پاک میں ضرور ملتی ہے: **كان كمام أصحاب رسول الله ﷺ بطحاً أى ملصقة بالراس**،یعنی حضرت نبی پاک ﷺ کے صحابہ کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوا کرتی تھیں،اس کے تحت ملاعلی قاری شارح مشکوۃ مرقات المفاتیح میں لکھتے ہیں:"**إذا كانت القلنسوة مدورة كانت ألصق بالرأس**"،یعنی جب ٹوپی گول ہوگی تو وہ سر سے زیادہ چپکی ہوئی

ہوگی گویا کہ مقصود الصاق بالرأس ہے۔

چہار پلیوں والی ٹوپی کا تذکرہ:

البتہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی جو خواجہ معین الدین چشتی کے شیخ ہیں ان کے تذکرہ میں یہ بات ملتی ہے کہ جب خواجہ عثمان ہارونی کے شیخ خواجہ شریف زندانی نے خواجہ عثمان ہارونی کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تو خلافت کے وقت شیخ نے چہار ترکی ٹوپی یعنی چار پلیوں والی ٹوپی خواجہ عثمان ہارونی کو پہنایا اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس سے چار ترکوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترک دنیا، (۲) ترک آخرت سواء ذات حق سبحانہ تعالی کے، (۳) ترک خواب ونوم، (۴) ترک ہواءنفس۔

چنانچہ آج بھی بریلیوں کے یہاں چہار ترکی ٹوپی ہی رائج ہے لیکن چار کلیوں کے بجائے پانچ کلیوں کا رواج کب سے اور کہاں سے شروع ہوا یہ ضرور قابل تحقیق امر ہے۔

مزاج صوفیاء:

حضرات صوفیاء کرام نے بلا فرق مذہب وملت ہمیشہ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت انسانیت کی خدمت کی۔ ہر ایک کے درد کو اپنا درد سمجھا اور ہر ایک کو

اللہ سے ملانے اور جوڑنے کی فکر میں رہے جس کا نتیجہ امت کے سامنے ہے آج وہ دنیا میں نہیں رہے لیکن ان سے عقیدت اپنوں کے ساتھ غیر بھی رکھتے ہیں اور اپنے اپنے اعتبار سے ان سے محبت کا اظہار کرتے ہیں ان اللہ والوں کا مزاج اگر آج بھی دنیا میں زندہ ہوجائے تو انسانیت دوبارہ زندہ ہوجائے گی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ملفوظ:

خواجہ نظام الدین اولیاء اپنے رفقاء واحباب سے ایک بہت ہی اہم بات کہا کرتے تھے جس کی طرف آج بڑوں کا بھی ذہن نہیں جاتا۔

فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے ساتھ برا کرنے سے زیادہ برا کسی کا برا چاہنا ہے۔

اس لئے کہ برا کرنے میں استمرار نہیں لیکن برا چاہنے میں استمرار ودوام ہے ان حضرات کا مزاج تھا کہ اگر کسی کو خیر پہنچا سکتے ہو تو ضرور پہنچاؤ لیکن شر پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

شیخ سعدی کا ملفوظ:

اسی طرح شیخ سعدی جب ایک زمانہ تک شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہ کر آئے تو لوگوں نے پوچھا کیا پایا۔

فرمایا میں دو باتیں اپنے شیخ کے یہاں سے سیکھ کر آیا ہوں: (۱) خود بیں مباش، (۲) بدبیں مباش یعنی اپنے اندر خود بینی نہ آنے دو اور دوسروں کی برائیوں پر نظر نہ رکھو۔

ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے اسلاف واکابر وصوفیاء کا مزاج کیا تھا۔
اور آج جو کچھ ہے:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

بیعت کا مقصد:

بیعت سے مقصود دراصل روح وقلب کے امراض کو پہچاننا اوراس کے لئے دواء وغذا کی فراہمی ہے، روح وقلب کے ڈینجر وخطرناک امراض کی شناخت اوراس کا علاج ہے، آج کی دنیا میں ذرائع ابلاغ کے پھیلاؤ، تقریر وتحریر کے عموم وشیوع کے پس منظر میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ہم کتابوں سے رسالوں سے بھی روحانی وقلبی امراض کا پتہ لگا سکتے ہیں اوراس سے اپنا علاج معلوم کر کے علاج کر سکتے ہیں؟ لیکن آج کی دنیا کے جدید فکر کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آج جبکہ جسمانی امراض کی تشخیص دواؤں پر مشتمل سیکڑوں کتابیں لائبریریوں کی زینت بن چکی ہیں اس کے باوجود ڈاکٹروں کے یہاں مریضوں کی لمبی قطاریں کیوں نظر آتی ہیں؟ اورامراض وادویہ کی تشخیص وتجویز والے یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر و طبیب کے مشورہ کے بغیر یہ دواء استعمال نہ کی جائے؟

اس سے معلوم ہوا کہ علم کے عموم وشیوع کے باوجود شخصیات کا وجود وضرورت مسلم ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ثانیاً یہ کہ روحانی معاملہ

کو جسمانی امور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، جسمانی سارے امور کی بنیاد مادیت پر ہے اور روحانی جملہ امور کی بنیاد روحانیت پر ہے ایک کا تعلق ظاہر سے ہے دوسرے کا تعلق باطن سے ہے۔ ظاہر و باطن کو یکساں اہل ظاہر ہی سمجھ سکتے ہیں، اہل باطن کی نظر و نگاہ میں دونوں میں فرق ہے۔

بیعت کا ثبوت:

شاید کسی کو اعتراض ہو کہ کیا بیعت ہونا ثابت ہے؟ اس لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ بیعت ثابت ہے قرآن کریم کی یہ آیت: "**ان الذین یبایعونک إنما یبایعون الله**" صراحۃً بیعت کو ثابت کرتی ہے، اسی طرح "**یبایعونک علی ان لا یشرکن بالله شیئاً ولا یسرقن و لایزنین الآیة**" بیعت میں عموماً جو الفاظ کہلائے جاتے ہیں ان کے تذکرہ پر یہ آیت مشتمل ہے، نیز متعدد روایات میں بیعت کا تذکرہ ہے کہیں تو بیعت علی الاسلام والایمان ہے، کہیں بیعت علی الجہاد ہے۔ الغرض بیعت کا انکار گویا کہ نصوص کا انکار ہے، سنت کا انکار ہے، ایک متوارث عمل کا انکار ہے، یہاں پر البتہ ایک بات قابل وضاحت ضروری ہے کہ جہاں تک بیعت کے ثبوت یا سنیت کی بات ہے اس سے انکار تو مشکل امر ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا بیعت ضروری ہے؟ تو اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جو اس صدی کے تصوف کے مجدد تھے ان کا ایک ملفوظ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے، فرماتے تھے کہ مقصود بیعت

نہیں بلکہ اصلاح وتزکیۂ نفس ہے،اور اصلاح وتزکیۂ نفس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت تسلیم ہے، لہٰذا اگر بغیر بیعت کے تزکیۂ نفس ہو جائے تو بہتر ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عموماً بغیر کسی کھونٹے سے اپنے کو باندھے اصلاح ہوتی نہیں جو اس طریق سے واقف نہیں اس کی مثال نابینا کی ہے اور کوئی نابینا اگر کسی منزل تک وصول چاہتا ہو تو بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہوگا بغیر دستگیری کے مقصود تک رسائی ممکن نہیں اور صرف ہاتھ ہی نہیں دینا ہوگا بلکہ بینا کی ہدایات کے مطابق چلنا بھی ہوگا تب جا کر کہیں رسائی ممکن ہوگی اس کے بغیر نہ معلوم کس وادی اور کس کھاڑی میں گر کر وہ ہلاک وتباہ ہو جائے۔

جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے::

بیعت واجب اور فرض نہیں ہے، البتہ اصلاح نفس فرض ہے، بیعت صرف سنت ہے لیکن عموماً دیکھا یہی گیا ہے کہ بغیر کسی اللہ والے کے دامن سے ہم رشتہ ہوئے اصلاح نہیں ہو پاتی۔اور یہ مقولہ بھی بہت مشہور ہے ''جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے'' اور انگلی پکڑ کر ایسے راستہ پر چلانا شروع کرتا ہے کہ اپنے مرید کو جہنم رسید کر کے ہی دم لیتا ہے۔اسی لئے اپنے بڑوں کے بڑوں نے بھی اس چیز کو خوب سمجھا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی،حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے اکابرین امت اساطین ملت علوم وفنون کے بحر ذخار، فقہ وفتاوی کے بے تاج بادشاہ علم وہنر کے تاج محل

حدیث وتفسیر کے قطب مینار نے بھی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے ہم رشتہ ہونا ضروری سمجھا، بیعت ہوئے، روحانیت سے مستفیض ہوئے، سلاسل اربعہ کے فیوض وبرکات کے حامل بنے اور علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ کے جامع بنے۔

بیعت کے اقسام:

بیعت کی تین قسمیں ہیں (۱) بیعت توبہ اس میں گناہ چھوڑنے پر بیعت لی جاتی ہے، مثلاً میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں لوں گا، جواء نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا وغیرہ۔

(۲) بیعت تبرک، یعنی صرف برکت کے لئے سالکین کے سلسلہ میں داخل ہونا، تاکہ سلسلہ کی برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔

(۳) بیعت تأکد، یعنی احکام خداوندی کی تعمیل کا پختہ ارادہ کرنا اور ظاہری وباطنی گناہوں کے چھوڑنے کا عزم مصمم کرنا۔

عموماً حضرات مشائخ کے دست مبارکہ پر جو لوگ بیعت ہوتے ہیں ان کی بیعت تیسری قسم میں داخل ہے۔

چونکہ حضرات مشائخ کے یہاں بیعت کے جو الفاظ رائج ہیں جن کو بیعت کے وقت مرید سے کہلوایا جاتا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہوتے ہیں کہ میں

عہد کرتا ہوں کہ پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کروں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا، اگر اللہ نے مال دیا تو زکوۃ ادا کروں گا، اگر اللہ نے طاقت دی تو حج کروں گا اور سارے اوامر کا انتثال کروں گا۔

اسی طرح یہ بھی عہد کرایا جاتا ہے کہ میں نماز نہیں چھوڑوں گا، قتل نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، شراب نہیں پیوں گا، سود نہیں کھاؤں گا، جوا نہیں کھیلوں گا، چوری نہیں کروں گا وغیرہ۔

ادب وتأ دب اور سالکین:

ادب وتأ دب سالکین راہ طریقت کے لئے ایسی مشعل راہ ہے جس کے بغیر اس راہ میں کوئی چل نہیں سکتا۔ جس نے بھی کچھ پایا ادب وتأ دب ہی کی راہ سے پایا جس کا فقدان بکثرت آج کل نظر آتا ہے۔

طریق العشق کلھا اداب

ادبوا النفس ایھاالاصحاب

یوں تو پوری زندگی ادب سے عبارت ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، ماں باپ کا ادب، استاد کا ادب، علم کا ادب، ذرائع علم کا ادب۔

لیکن راہ طریقت میں جو جتنا مؤدب رہا اس نے اسی کے بقدر حصہ پایا۔

صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں ادب نام ہے ظاہر و باطن کی آراستگی کا۔

عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ہم علم کثیر کے اتنے محتاج نہیں

جتنا ادب کثیر کے محتاج ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عارف وسالک کے لئے ادب اتنا ہی ضروری ہے جتنا مبتدی کے لئے توبہ۔

حضرت ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ بندہ طاعت کے ذریعہ جنت تک پہونچ جاتا ہے اور طاعت میں ادب کے ذریعہ اللہ تک پہونچ جاتا ہے۔ حضرت جلال الدین بصری فرمایا کرتے تھے ایمان کے لئے توحید ضروری ہے جس میں توحید نہیں ایمان نہیں اور توحید کے لئے شریعت ضروری ہے، لہٰذا جہاں شریعت نہیں توحید نہیں، اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے، لہٰذا جس میں ادب نہیں اس میں نہ شریعت ہے نہ توحید ہے نہ ایمان ہے۔

عبداللہ ابن مبارک فرماتے تھے جو آداب سے لاپرواہی برتتا ہے وہ سنتوں سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو سنن سے غفلت برتتا ہے وہ واجبات و فرائض سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو فرائض سے غفلت برتتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں، میں رات میں ایک مرتبہ درود پاک پڑھنے میں مصروف تھا اور میرے پاؤں قبلہ کی طرف دراز تھے، ایک شخص نے بلند آواز سے کہا سری کیا اس طرح پاؤں پھیلا کر بادشاہ کی طرف بیٹھ سکتے ہو؟ فوراً مجھ کو تنبہ ہوگیا اور میں نے پاؤں سکیڑلیا اور توبہ واستغفار کیا۔

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے اس کے بعد حضرت سری سقطی

ساٹھ سال زندہ رہے لیکن کبھی پاؤں دراز نہیں کیا نہ دن میں نہ رات میں۔

ادب وتأدب کی برکات:

بزرگوں کا مقولہ ہے با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ ادب و تأدب کی راہ سے فیضیاب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد:

(۱) شمس الائمہ حلوانی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میرے پاس علم آیا ہے وہ ادب اور عظمت ہی کے راستے سے آیا ہے؛ کیونکہ کبھی بھی ایک کاغذ بھی میں نے بغیر طہارت اور وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور ہمیشہ میں نے ذرائعِ علم کا ادب و احترام ملحوظ رکھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم سے حظ وافر مجھ کو حاصل ہوا۔

حضرت بشر حافی کا واقعہ:

(۲) حضرت بشر حافی جو اولیاء کبار میں سے ہیں، ایک مرتبہ راستہ چلتے ہوئے راستہ میں زمین پر گرا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا انھیں ملا، جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کو بہت ادب واحترام کے ساتھ اٹھایا اور صاف ستھرا کرکے، خوش بو لگا کر، کسی محفوظ جگہ پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب کوئی جگہ نہیں مل سکی تو اس کو نگل گئے، اس کا ثمرہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے یہ ملا کہ خلقِ خدا کی زبان

پر ان کا نام عزت کے ساتھ جاری کر دیا، آج بھی دنیا والے ان کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے ہیں۔

خواجہ ابواسحٰق غاذرونی کا واقعہ:

(۳) خواجہ ابواسحاق غاذرونی کپڑے کی بنائی کا کام کرتے تھے، ان کا کھانا جو گھر سے آتا تھا، اس میں سے چند روٹیاں بچا کر طاق پر رکھ دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ تین اللہ والے ان کے کام کی جگہ کے پاس سے گزرے، ان کی نظر ان اللہ والوں پر پڑ گئی وہ طاق میں رکھی ہوئی روٹیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر ادب کے ساتھ ان درویشوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے سر جھکا کر انتہائی ادب واحترام کے لب ولہجہ میں دونوں ہاتھوں سے روٹیوں کو پیش کرتے ہوئے یہ عرض کیا، حضور والا! کھانا حاضر ہے، تناول فرمائیں، ان درویشوں کو ان کا یہ ادب بہت پسند آیا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ لڑکا بہت با ادب ہے، اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کچھ دینا چاہئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک اللہ والے نے ان کے لیے دین داری کی دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو دین دار بنا دے، دوسرے اللہ والے نے دنیا کی تمام نعمتوں کے ملنے کی دعا مانگی، تیسرے اللہ والے نے ان کو استقامت کی دعا دی کہ اللہ تم کو دین ودنیا کی نعمتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

چنانچہ حضرت خواجہ ابواسحاق غاذرونی فرمایا کرتے تھے کہ آج جو شہرت

وعزت اور باطنی دولت میرے پاس موجود ہے یہ سب انھیں درویشوں کی دعا کی برکت ہے اور اس ادب کا ثمرہ ہے، جس کے ساتھ میں ان کے سامنے پیش آیا۔

حضرت شمس العارفین کا واقعہ:

(۴) حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شمس العارفین حج کے لیے تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضری کا ارادہ فرمایا، لیکن معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حج کے طفیل میں روضۂ اقدس کی حاضری اور زیارت بے ادبی ہے، چنانچہ اس کے بعد گھر واپس آ گئے اور ایک رات گھر پر قیام فرمایا اور دوسرے دن مستقل روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کیا، جب روضۂ اقدس پر پہنچ گئے تو پہنچ کر "**الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ!**" کے ساتھ سلام پیش کیا تو روضۂ اقدس سے جواب آیا: "**وعلیک السلام یا شمس العارفین!**"۔

حالانکہ اس سے پہلے یہ خطاب آپ کو کسی نے نہیں دیا، سب سے پہلے یہ خطاب آپ کو روضۂ اقدس سے ملا اور پھر پوری دنیا میں اسی خطاب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ تمام اعمال کا مدار خلوص نیت اور ادب پر ہے، حضرت شمس العارفین کو یہ عظیم خطاب ملا، یہ ان کے روضۂ اقدس کی حاضری کے سلسلے میں ادب کا ثمرہ تھا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ:

(۵) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ قلم سے کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اسی دوران قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی، بیت الخلاء میں جانے کے بعد آپ کی نظر انگوٹھے پر پڑی، جس کے ناخن پر روشنائی کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کتابت کے دوران قلم کی درستگی کے لیے عموماً انگوٹھے کا سہارا لینے کے وقت انگوٹھے کے ناخن میں لگ جایا کرتی ہے، آپ نے جب روشنائی کو انگوٹھے پر دیکھا تو بیت الخلاء سے فوراً باہر نکل آئے، اور اس کو دھوکر صاف کیا اور اس کے بعد بیت الخلاء تشریف لے گئے، فارغ ہونے کے بعد حاضرین سے آپ نے فرمایا کہ اس سیاہی کے نقطہ کی علم کے ساتھ ایک نسبت ہے، اس لیے اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا بے ادبی معلوم ہوئی، اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد بیت الخلا سے نکل آیا اور اس کو دھوکر دوبارہ واپس گیا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا واقعہ:

(٦) حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ اکثر کلیر شریف حضرت خواجہ علاؤالدین صابر کے مزار پر اکتسابِ فیض روحانی کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، لیکن اس حاضری میں آپ کا معمول یہ تھا کہ مزار سے بہت پہلے پاؤں سے جوتے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے اور کمالِ ادب ومحبت میں

ننگے پاؤں مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

یہ ہمارے اسلاف و بزرگوں کے ادب وتأدب کے چند واقعات تھے، جن کو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔اس طرح کے ہزاروں ہزار واقعات سے کتابوں کے صفحات لبریز ہیں، جن کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، تاکہ زندگی میں ادب وتأدب پیدا ہوسکے اوراس کی برکتوں سے مالامال ہوسکیں۔

طریقت کی رکاوٹیں:

کبھی ذاکر انتشار وتشتت قلبی کا شکار ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انبساط قبض سے تبدیل ہوجاتا ہے، ذکر میں دل نہیں لگتا، معمولات سے طبیعت گھبراتی ہے، بے کیفی پیدا ہوجاتی ہے، لغو وبے کار خیالات کا شکار ہوجاتا ہے۔اس کے مختلف اسباب ہیں۔

ذکر میں دل نہ لگنا کبھی غیر ضروری پابندی کی وجہ سے ہوتا ہے:

کبھی اپنے اوپر بہت سی غیر ضروری پابندیوں کے عائد کردینے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ مباحات کا استعمال شروع کردے اور عائد کردہ پابندیوں کوتا واپسی انبساط اٹھادے۔کبھی منکرات وممنوعات کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان منکرات ومحظورات کو فوراً ترک کردے اور اس سے توبہ واستغفار کرے، کبھی ناجنسوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان لوگوں کی مجالست ومصاحبت ترک کردے۔کبھی اپنے مرشد کی بے

حرمتی اوراس کے سلسلہ میں غیر مناسب تصورات وہفوات کی وجہ سے ہوتا ہے،اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً اپنے مرشد سے معافی مانگے اورادب واحترام کو بحال کرے۔

کبھی غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے:

کبھی حقوق العباد کی کوتاہی اور غلط مال کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ''ادوا کل ذی حق حقه''الحدیث ہر صاحب حق کا حق ادا کرے اور غلط مال کو واپس کرے جس کا حق دبایا ہو اس کو واپس دے۔

قبض کے اسباب مختلف ہیں:

۱۔کبھی قبض گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں توبہ واستغفار کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲۔کبھی دماغ کی خشکی یا اور کسی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ صورۃً قبض ہوتا ہے جس میں علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔

۳۔کبھی کسی ناگوار طبع امر کے پیش آجانے کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا علاج اس ناگوار چیز کا ازالہ ہے۔

قبض وبسط کا تعارف وحکمت:

قبض سے کبھی سالک کی پستی اور انکساری منظور ہوتی ہے اس لئے قبض طاری کردیا جاتا ہے تاکہ سالک میں یہ صفت پیدا ہوجائے اور تعلی ختم ہوجائے

قبض کی ضد بسط ہے۔

بسط کہتے ہیں محبوب کی تجلی جمال یعنی آثار لطف وفضل کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کو فرحت وسرور حاصل ہونا۔

جذب وسلوک کا تعارف:

اسی طرح حضرات صوفیاء کے یہاں جذب اور سلوک کا بھی استعمال ہوتا ہے سلوک کہتے ہیں مقامات کے توسط سے نسبت کے حصول کو، جذب، کہتے ہیں بلاتوسط مقامات نسبت کے حصول کو سلوک میں پہلے اعمال کے ذریعہ صفات حمیدہ میں رسوخ پیدا ہوتا ہے اس کے بعد کشش ہوتی ہے۔

اور جذب میں پہلے کشش ہوتی ہے پھر اعمال کی توفیق ہوتی ہے۔

قبض باطنی کے ازالہ کا طریقہ:

حضرات مشائخ طریقت نے قبض باطنی کے ازالہ کا ایک مخصوص نسخہ بھی تجویز کیا ہے جس کے استعمال کے بعد انبساط کے آنے کی پوری امید ہے۔ غسل کر کے نیا کپڑا پہن کر خوشبو لگا کر خلوت خانہ میں بیٹھ جائے اور تین مرتبہ سورہ اخلاص تین مرتبہ معوذتین پڑھ کر بائیں مونڈھے کی طرف دم کردے، اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر یہ کلمات پڑھے "**اللھم طھر قلبی عن غیرک و نور قلبی بنور معرفتک ابداً ابداً یا اللہ یا اللہ**"، چند مرتبہ اس کو پڑھنے کے

بعد ذکر میں مشغول ہوجائے۔اس کے لئے مخصوص ذکر یہ ہے کہ بائیں طرف یا نور دائیں طرف یا نور اور قلب پر یا نور کی مسلسل ضرب لگائے،اس طرح مسلسل دو چار مرتبہ طریقۂ مذکورہ بالا کو اپنانے سے انشاء اللہ چین وسکون، انبساط وانشراح، دلجمعی ویکسوئی حاصل ہوجائے گی۔

اسی طرح یااللہ۔ یا فتاح، یا باسط، ان کلمات عالیہ میں سے کسی کلمہ کی ضرب قلب اور دائیں بائیں شانہ پر لگائے تب بھی بے چینئ طبع کا ازالہ ہوجاتا ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ اپنے شیخ ومرشد کو اپنے حالات سے ضرور آگاہ کردے اور وہ پھر جونسخہ تجویز کرے اسی کو اولیت واہمیت دے۔

علم کے باوجود مرشد کی ضرورت:

علم سے ایک روشنی حاصل ہوتی ہے لیکن صرف روشنی سے منزل تک رسائی ممکن نہیں مثلاً ایک شخص ہے وہ تاریک رات میں سفر کررہا ہے اس کے پاس روشنی (ٹارچ) تو ہے لیکن رہبر نہیں اور راستے مختلف ہیں اب روشنی کے باوجود منزل مقصود تک پہنچانے والے طریق سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے پریشان ہے کہ ان راستوں میں سے کس کو اختیار کروں۔ لیکن اگر اس کے ساتھ رہبر یعنی واقف اسرار طریق ہوگا تو طریقت اس کے لئے آسان ہوجائے گی اور اس کی رہنمائی میں بغیر بھٹکے اور بغیر وقت ضائع کئے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا لہذا اگر کوئی عالم بھی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس کو مرشد اور رہبر کی ضرورت ہوگی۔

اسی وجہ سے ہمارے بڑے بڑے اکابر یعنی حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی حضرت تھانوی جیسے جبال علم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس پہنچےاوران کے ذریعہ طریقت کے منازل کو طے کیا۔

ذکر سے متعلق اہم ہدایات

ذکروشغل کا ثمرہ:

ذکر وشغل جو خانقاہوں میں کرائے جاتے ہیں اس کا ثمرۂ اصلی اللہ پاک کا قرب اوراس کی رضا کا حصول ہے اللہ راضی ہوجائے اس سے بڑی کوئی دولت نہیں، واردات غیبیہ، حصول کشف وکرامت، ظہورخوارق یہ ثمرۂ اصلی نہیں جنہوں نے بھی اس کومقصود سمجھا وہ منزل سے دور رہ گئے اس لئے ہرحال میں مقصود پرنظر ہونی چاہئے۔

استقامت علی الذکر کا فائدہ:

اسی طرح استقامت علی الذکر ایک مقام رفیع ہے اورحضوریٔ قلب وذوق وغیرہ حالات ہیں جو کہ محمود ہیں مقصود نہیں اور یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ مقام افضل ہوتا ہے حال سے، البتہ احضار قلب یعنی دل کا متوجہ رکھنا یہ ضروری ہے پھرخواہ اس پرحضور تام مرتب ہو یا نہ ہو۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ استقامت علی الذکر کے حصول کا طریقہ کثرت ذکر ہےاور بس یعنی ذاکر بلاناغہ پابندی کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔

اور ہر ذاکر کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ذکر کی کثرت تو مطلوب ہے ہی لیکن اس پر دوام اس سے زیادہ مطلوب ہےاور دوام چونکہ عادۃً صحت پر موقوف ہےاس لئے صحت بھی مطلوب ہے اگرچہ لغیرہ سہی۔

دوام ذکر کا فائدہ:

ہر ذاکر کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہئے کہ دوام ذکر سے دل کا انتشار ختم ہوتا ہے عموماً قلبی انتشار کی وجہ عدم دوام ذکر ہوتا ہے اس لئے اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے اگر کبھی کبھار عذر شدید کی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ذکر میں لگے رہنا اور کوتاہی پر استغفار کرتے رہنا بھی ایک درجہ میں ذکر ہی ہے چونکہ یہ ترقی کی علامت ہے۔

اسی طرح ذاکر کے ذہن میں یہ بھی رہنا چاہئے کہ ذکر میں اگر لذت نہ آئے تو پریشان نہ ہو جس روز لذت آجائے اس روز اس کو غذا سمجھےاور جس روز لذت نہ آئے اس دن اس کو دواء سمجھے۔

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ ذکر کا ایک وقت متعین کرےاور روزانہ اسی وقت پر ذکر کرے چونکہ معین وقت پر ذکر کرنے میں زیادہ نفع ہوتا ہے بہ نسبت

متفرق اوقات میں ذکر کرنے سے۔

ذکر کا وقت متعین ہونا چاہئے:

اسی طرح اگر معین مقدار میں ذکر پورا کرنے کے بعد زیادہ ذکر کا تقاضا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جب تک دل لگے اور ذکر کا لطف حاصل ہو ذکر کرتا رہے۔

اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے:

اسی طرح اگر ذکر میں تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے اور تقویت مزاج کی کسی طبیب کے مشورہ سے تدبیر کرے، تاکہ طبیعت میں نشاط پیدا ہو سکے چونکہ نشاط کے ساتھ جو عمل کیا جاتا ہے اس کی حلاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اسی طرح ذکر، تلاوت، نوافل ودیگر عبادات میں یکسوئی حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش نہ کرے چونکہ اس سے بوجھ اور پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے اور پریشانی خواہ کسی چیز کی ہو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے وہ یہ کہ قلب میں پژمردگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض مرتبہ ضروری وواجبی کام میں بھی تعطل پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ذاکر صرف اتنا کرے کہ جو کچھ زبان سے پڑھے ان الفاظ کی طرف متوسط توجہ رکھے اس سے خود بخود وساوس کم ہو جائیں گے۔

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اصولی بات صرف مبتدی ذاکر کے لئے ہے ورنہ منتہی کے لئے ذکر میں مذکور کی طرف اور تلاوت میں متکلم یعنی اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف توجہ رکھنے سے خیالات لایعنی بند ہو جاتے ہیں۔

ذکر میں تعداد نہیں بلکہ یکسوئی مطلوب ہے:

اسی طرح کبھی متعین تعداد کی طرف خیال ہونے سے یکسوئی ختم ہوجاتی ہے اس لئے تعداد کے خیال کو رفع کردے اور جب تک قلب میں انبساط وبشاشت رہے ذکر کرے کمی بیشی کا خیال نہ کرے کیونکہ تعداد مقصود نہیں۔

مگر مبتدی کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی حالت میں انداز سے وقت کی مقدار معین کرے تاکہ ذہنی وخیالی تشتت وانتشار سے محفوظ رہے۔

البتہ اس انداز کے وساوس کی وجہ سے ذکر، تلاوت، نوافل وغیرہ کو چھوڑا نہ جائے بلکہ حسب توفیق جس قدر ہوسکے کرتا رہے تاکہ اس سے محرومی نہ ہو۔

تہجد میں بیداری کا نسخہ:

اسی طرح ذاکرین کو چاہئے کہ رات کا کھانا کم کھائیں، اور سویرے سونے کی عادت ڈالیں، اور کھانے کے ساتھ پانی کا استعمال کم کریں اور سوتے وقت سورہ کہف کی آخری آیتیں "إن الذين آمنوا" سے اخیر تک پڑھنے کا اہتمام کریں اس طرح آخری شب میں جلدی اٹھنے میں مدد ملے گی اور عبادت میں حلاوت ولذت حاصل ہوگی۔

ذکر میں کیفیات مطلوب نہیں:

ہر سالک وذاکر کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ جب بقصد خشوع

ذکر، تلاوت، نماز ودیگر عبادات میں مداومت کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے تو خشوع اور تمام کیفیات محمودہ از خود پیدا ہوجاتے ہیں اگر کبھی کیفیات کے پیدا ہونے میں دیر ہوئی تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

ذکر، تلاوت، نوافل، جتنی مقدار میں بھی ہوسکے کرتا رہے طلب الکل فوت الکل کے تحت ناقدری وبے قدری کرکے ایکدم سے محروم نہیں ہونا چاہئے، جتنا ہوجائے اس پر شکر ادا کرے اور بسیار کی جستجو میں لگا رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کھاؤں گا تو مرغ پلاؤ ہی کھاؤں گا ورنہ بھوکا رہوں گا۔

ذاکر اگر مریض ہو تو پہلے مرض کا ازالہ کرے:

اسی طرح ذکر شروع کرنے والا اگر مریض ہو تو پہلے بیماری دور کرکے قوت وصحت حاصل کرلے جب تک صحت وقوت حاصل نہ ہوجائے معمولات شروع نہ کرے البتہ بلا کسی پابندی کے زبان یا قلب سے جو ذکر آسانی سے ہوسکے کرتا رہے۔اسی طرح اگر کوئی ذکر جہری پر قادر نہ ہو تو سراً آہستہ ذکر کرے ذکر نہ چھوڑے چونکہ مقصود ذکر ہے جہر نہیں۔

اسی طرح کبھی دماغ کی خشکی کی وجہ سے ذاکر کو چکا چوند معلوم ہونے لگتا ہے جس کو ذاکر ناواقفیت کی وجہ سے انوار ذکر سمجھ بیٹھتا ہے لہٰذا ظاہری طبیب سے رجوع کرکے علاج کرائے اور کچھ دنوں کے لئے ذکر وشغل میں مجاہدہ ومشقت کو موقوف کردے۔

ذکر میں سوزش کا علاج:

اسی طرح ذاکر کے قلب پر سوزش کبھی ذکر کے اثر سے ہوتی ہے اور کبھی مرض کی وجہ سے لہذا پہلے ماہر طبیب سے رجوع کرے اور اگر وہ اطمینان دلائے کہ مرض نہیں ہے تو درج ذیل امور کی طرف توجہ دے (۱) جہر اور ضرب کو ترک کردے (۲) ذکر کے بعد ایک سو بار کم از کم یاباسط پڑھے، (۳) درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے ہر نماز کے بعد پیا کرے، (۴) حق تعالی کی رحمت کے مضامین کا مطالعہ کرے۔

اگر کیمیائے سعادت یا اس کا ترجمہ اکسیر ہدایت کے باب الرجاء یعنی امید کے باب کا مطالعہ کرے تو بہتر ہے، (۵) مفرحات ومقویات قلب کا استعمال رکھے، اسی طرح اگر اثناء ذکر بلا اختیار چیخ نکل آئے یا ہنسی آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، ذاکر کو ذکر کے درمیان کبھی کبھار یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں البتہ ارادۃً اپنے اوپر یہ کیفیت طاری نہ کرے۔

سوتے وقت ذاکر ذکر لسانی سے گریز کرے:

اسی طرح ذاکر کو چاہئے کہ سوتے وقت ذکر لسانی نہ کرے چونکہ یہ وقت غلبۂ نیند اور کاہلی کا ہوتا ہے کہیں زبان سے کچھ کا کچھ نہ نکل جائے ہاں پاس انفاس یعنی ذکر قلبی میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اسی طرح اگر ذاکر مسجد میں ذکر کر رہا ہے اور دوسرے لوگ فرض یا سنت

مؤکدہ ادا کررہے ہیں تو ان کی رعایت ضروری ہے اور اگر نوافل میں لوگ مشغول ہوں تب ذکر جہری میں کوئی حرج نہیں (تربیت السالک)۔

ذکر میں لفظ اللہ میں تفخیم و مدضروری نہیں:

اسی طرح لفظ اللہ میں تفخیم اور مدواجبات میں سے نہیں ہے جس کا ترک موجب معصیت ہو بلکہ یہ امر مستحب ہے اور ذکر میں اس امر مستحب کے اہتمام کی وجہ سے توجہ ویکسوئی جو کہ ذکر کی شرط اعظم ہے اس کا فقدان لازم آتا ہے لہٰذا ذاکران چکروں میں نہ پڑے بلکہ توجہ ویکسوئی کے ساتھ جس طرح ممکن ہو اللہ اللہ کرے۔

چند اصطلاحات تصوف:

کچھ الفاظ وہ ہیں جن کا استعمال اکثر حضرات صوفیاء کرام کی کتابوں میں ملتا ہے وہ دراصل تصوف کی اصطلاحات ہیں ان کا ایک خاص مفہوم ہے اور انہی مفاہیم میں ان الفاظ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً ایک لفظ ہے استغراق۔

استغراق کا تعارف:

استغراق یہ نیند کے مشابہ ہوتا ہے اگر نماز کی ہیئت پر بیٹھا ہو اور یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا۔
اسی طرح اگر وجد کی کیفیت پیدا ہو اور بے ہوش ہو کر گر جائے تو وضو

ٹوٹ جائے گا۔ استغراق اور نوم (نیند) میں فرق یہ ہے کہ استغراق میں قلب بیدار بحق ہوتا ہے اور نوم (نیند) میں بیدار بخلق ہوتا ہے۔

قبض کا تعارف:

اسی طرح ایک لفظ قبض ہے جس کا استعمال حضرات صوفیاء کے یہاں ہوتا ہے قبض کہتے ہیں محبوب کی تجلی جلال یعنی آثار عظمت واستغناء کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا۔

صحبت شیخ کے منافع:

صرف کسی شیخ سے بیعت ہو جانے سے اصلاح نہیں ہو جاتی جو بیعت کا حاصل ہے بلکہ شیخ کی معیت ومصاحبت بھی ضروری ہے گاہ بگاہ آنا جانا بھی ضروری ہے رابطہ میں رہ کر احوال کی اطلاع بھی ضروری ہے اس کے بعد دی گئی ہدایات پر عمل بھی ضروری ہے۔

آج کے زمانہ میں عموماً مشائخ رمضان کے مبارک ایام میں مکمل ماہ ورنہ کم از کم آخری عشرہ میں کسی مقام پر خانقاہ کی شکل میں متمکن ہوتے ہیں اور فیوض وبرکات کی بارش برساتے ہیں، معرب حضرات کو کم از کم ایک عشرہ کے لئے مبنی بن جانا چاہئے تا کہ ان کی بنا میں استحکام اور پائیداری پیدا ہو سکے اور سال بھر کے لئے بیٹری چارج ہو سکے۔

۱۔شیخ کی صحبت میں رہنے سے اور پہنچنے سے وصول الی اللہ میں آسانی ہوتی ہے طریقت کے اصول سمجھ میں آتے ہیں جو وصول میں معاون ومدد بنتے ہیں۔

۲۔عمل کا شوق بڑھتا ہے اعمال کی حلاوت حاصل ہوتی ہے دل گرم ہوتا ہے جذبۂ عمل میں ابھار پیدا ہوتا ہے، اعمال کے کرنے کو دل چاہتا ہے۔

۳۔ان کے طرز عمل کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے زندگی میں نظم ونسق پیدا ہوتا ہے فکر آخرت میں اضافہ ہوتا ہے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور کچھ نہ کرنے پر ندامت ہوتی ہے اور آئندہ کچھ کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

۴۔اپنے شیخ کی افادات سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے ان کے افکار وخیالات کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملتا ہے بہت سے علمی مباحث وتحقیقات کے سننے کا موقع ملتا ہے، علمی راہ ہموار ہوتی ہے اور علم ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔صرف کتابوں سے اگر اصلاح ہوتی تو شخصیات کی ضرورت نہ ہوتی اس لئے شخصیات سے وابستگی کی صورت میں اپنے رذائل سامنے آتے ہیں اور شیخ کی توجہات کی برکت سے ان کا ازالہ جلدی اور آسانی سے ہو جاتا ہے بصورت دیگر شیخ سے اس کی تدبیر معلوم کر کے اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔شیخ کی صحبت میں رہنے سے شیخ کی زیادہ توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں اور اس کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور زود اثر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۷۔شیخ کے معمولات کو قریب سے دیکھنے اور معلومات کو قریب سے

سننے کا موقع ملتا ہے اور آئندہ ان چیزوں پر مداومت آسان ہوتی ہے۔

۸۔ شیخ کی صحبت میں رہنے سے اپنے امراض کو بالمشافہہ بتلانے اور اس کا علاج معلوم کر کے ان کے پاس رہ کر علاج کرانے میں مدد ملتی ہے اور نفع ونقصان کا اثر سامنے ہوتا ہے گویا مریض ہوسپٹلائز ہو جاتا ہے اور ہمہ وقت ڈاکٹر کے نگہداشت میں رہتا ہے۔

۹۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست کیا جاسکتا ہے صحبت میں رہتے ہوئے اس کے مواقع ہوتے ہیں کہ براہ راست بات کر لی جائے اور نسخہ حاصل کر لیا جائے۔

الحاصل وقت فارغ کر کے شیخ کے پاس آنا جانا ان کی صحبت میں کچھ دنوں قیام کرنا اکتساب فیض کے لئے اس طریق کا لازمی جز ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ہر سالک کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے۔

راہ سلوک کے منتہی کی نشانیاں:

ہر لائن میں ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے جس طرح حافظ بننے والے بچے کی ابتداء الف با تا سے ہوتی ہے اور جب وہ مکمل تیس پارے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتا ہے تو یہ اس کی انتہاء ہوتی ہے اسی طرح عالم بننے والے طالب علم کی ابتداء میزان نحو میر سے ہوتی ہے اور انتہاء بخاری پر ہوتی ہے۔

اسی طرح راہ سلوک میں بھی ابتداء اور انتہاء ہے اگر چہ ہر لائن میں بتلایا یہی جاتا ہے کہ یہ صرف علامتی انتہاء ہے حقیقی انتہا منتہی کی بھی نہیں ہوتی چنانچہ

ایک بار حضرت جنید بغدادی سے ایک صاحب نے سوال کیا ''ما النھایۃ'' اس طریق کی انتہاء کیا ہے تو آپ نے فرمایا الرجوع إلی البدایۃ یعنی جہاں سے چلے ہو وہیں پہنچ جاؤ مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے اپنے کو منتہی سمجھ لیا تو گئے کام سے اس لئے اپنے کو ہمیشہ مبتدی سمجھو اور کام سے لگے رہو پھر بھی حضرات صوفیاء نے کچھ ایسی علامتیں بتائی ہیں جن کے پائے جانے کے بعد یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ سالک سلوک کی انتہاء کو پہنچنے کے قریب ہے

سلوک کی انتہاء کے صفات:

۱۔ رضا وتسلیم کا عادی وخوگر ہونا یعنی اپنی مرضی کو سالک رضا مولی میں فنا کردے جس طرح بہلول دانا سے کسی نے پوچھا حضرت کیسے مزاج ہیں؟

فرمایا اس شخص کے مزاج کو کیا پوچھتے ہو جس کا ہر کام اس کے منشاء ومزاج کے مطابق ہوتا ہے لوگوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے فرمایا میں نے اپنے مزاج وارادہ کو اللہ کے ارادہ میں فنا کردیا ہے ادھر سے جو بات آتی ہے اس کو اپنی مراد سمجھ کر خوشی سے قبول کرتا ہوں۔

۲۔ سارے حالات ومعاملات میں خداوند قدوس کی مشیت پر بدل وجان راضی وخوش ہونا۔

۳۔ مکمل یکسو ہو کر قلب کا ذکر و مذکور کی طرف مائل ومتوجہ ہونا۔

۴۔ اپنی اور اغیار کی ذات بلکہ ہر دو جہاں اور اللہ کے علاوہ تمام چیزوں

سے قلب کا فارغ وآزاد ہونا۔

۵۔اپنا اور اغیار کا وجود چشم باطن میں فنا کالعدم ہو جانا۔

٦۔سارے تعلقات اور حالات وخیالات کا باطن سے غائب وفنا ہوجانا۔

۷۔مشاہدہ کی طرح یقین کا حاصل ہو جانا۔

۸۔ ہمیشہ باہوش اور صاحب فکر رہنا۔

۹۔ذکر واذکار میں استقامت کا ہونا۔

۱۰۔تعلق شیخ میں استوارگی اور وحدت مطلب کا ہونا۔

سالک کے واجبات:

سالک کے واجبات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اندر بزرگوں کی اطاعت وادب کا جذبہ ہوان کا اکرام واحترام ہو، ان کی توقیر و تعظیم ہوسوء ادبی سے اجتناب ہو، ہم کلامی میں نرم خوئی ہو، نشست و برخاست میں ادب وتأدب ہوخواہ اس سے روحانی انسلاک ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ علماء حقانی میں سے ہواور علم میں سادگی ہو اکڑ پھوں نہ ہو، اپنے کو طالب بنا کر رکھے مطلوب بن کر نہ رہے اظہار علم کے موقع پر اظہار ہو اخفاء کے موقع پر اخفاء ہو اظہار تفوق کے لئے اظہار نہ ہو بلکہ مقصود تبلیغ وارشاد ہو۔

اہل باطل کی وضع سے دور ہو، اکابر کی وضع کا وضعدار ہو، تصنع وتکلف سے دور ہوتواضع وسادگی پسند ہو ہر اعتبار سے سیدھا سادھا ہو۔"**اللھم اجعل**

سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ ' کا مصداق ہو، ظاہر و باطن صاف ستھرا ہو، نظافت وطہارت قلبی وقالبی ملحوظ ہو، امراض قلبیہ سے صاف ہو، خامیوں کے ازالہ پر نظر رکھے اور خوبیوں کے پیدا کرنے کی کوشش ہو، اعمال کی مداومت کا اہتمام ہو۔ ذکر وفکر کا التزام ہو، ترش روئی سے احتراز ہو، خندہ پیشانی شعار ہو خدمت خلق کا مزاج ہو۔

سلوک کا زہر:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ سالک کے لئے تین چیزیں زہر ہیں، ان سے بہت دور رہنے کی ضرورت ہے ورنہ سالک کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

ا۔ ناموافق غذا اس لئے اس کا اہتمام ہو کہ غذا وہ استعمال کرے جو اس کے معدہ کے موافق ہو نہیں تو معلوم ہوا کہ اسہال شروع ہو گیا سارے معمولات دھرے کے دھرے رہ گئے یا قبض شروع ہو گیا جس کی وجہ سے کسی کام کے نہیں رہے۔

۲۔ ناجنسوں کی صحبت، اس لئے کہ یہ بہت زود اثر چیز ہے اچھی صحبت میں رہ کر کمائی ہوئی دولت تھوڑی دیر میں ضائع ہو جاتی ہے اور سالک خالی ہاتھ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ارتکاب معصیت، گناہ ہر حال میں ہر ایک کے لئے مضر ونقصان دہ ہے، لیکن سالک کے لئے تو زہر ہے اللہ کی نافرمانی سے تو سالک

کو بہت دور رہنا پڑتا ہے ورنہ سکنڈوں میں پوری گھڑی ضائع ہوجاتی ہے جس کو کمانے میں سالوں لگتے ہیں۔

طریقت کا خلاصہ:

طریقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ طریقت کا حاصل کیا ہے طریقت کا حاصل رضاء باری ہے اور رضاء باری کے حصول کے لئے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنا ضروری ہے، اور شریعت کے احکامات کو ماننا ضروری ہے اور شریعت کے احکامات دو طرح کے ہیں کچھ کا تعلق ظاہر سے ہے اور کچھ کا تعلق باطن سے ہے۔

جن امور کا تعلق ظاہر سے ہے وہ یہ ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نکاح، طلاق، وصیت، تقسیم ترکہ، درستگی معاملات وغیرہ۔

اور کچھ امور وہ ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے جیسے اللہ سے محبت رکھنا، اللہ سے ڈرنا، دنیا سے محبت کم رکھنا، اللہ کی مشیت پر راضی رہنا، حرص طمع سے دور رہنا، عبادت میں دل کو حاضر رکھنا، دین کے کام کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا وغیرہ۔

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح ظاہری احکام پر عمل کرنا ضروری ہے ،اسی طرح باطنی احکام پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔

باطن کی کمزوری کا اثر ظاہر پر:

بلکہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ باطنی اعمال کی کمزوری کا اثر ظاہری اعمال

پر بھی ہونے لگتا ہے، مثلاً جب اللہ کی محبت میں کمی آتی ہے تو نماز، روزہ، میں کاہلی وسستی آنے لگتی ہے، اسی طرح جب اندر بخل پیدا ہوجاتا ہے تو صدقہ، خیرات، بلکہ زکوۃ وحج جیسا اہم عمل بھی بوجھ لگتا ہے، اسی طرح جب کبر کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں کی تحقیر وتذلیل شروع ہوجاتی ہے، اسی طرح جب غضب کا غلبہ ہوتا ہے تو دوسروں پر ظلم شروع کردیتا ہے۔

لہٰذا جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوگی ظاہری وباطنی احکام کی پابندی مشکل ہے، اگر کسی درجہ میں ظاہری احکام کی پابندی ہو بھی گئی تب بھی اس میں دوام واستمرار بغیر اصلاح باطن کے مشکل ہے اور اصلاح باطن بغیر شیخ کامل کے ممکن نہیں چونکہ باطنی خرابیاں عموماً کم لوگوں کو سمجھ میں آتی ہیں اور اگر سمجھ میں آ گئیں تو اسکی اصلاح کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی طرح معلوم بھی ہوگیا تو نفس عمل کرنے میں آڑے آتا ہے جس کی وجہ سے عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

شیخ سے وابستگی کا فائدہ:

اور اگر شیخ کامل سے وابستگی ہوتی ہے تو وہ بیماری کو سمجھتا ہے اور اس کا علاج تجویز کرتا ہے اور نفس کے اندر درستگی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدابیر میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار واشغال کی تعلیم کرتا ہے اس طرح کام آسان ہوجاتا ہے اور مقصود کے حصول کی طرف بندہ تیزی سے گامزن ہوجاتا ہے۔

سالک کے لئے دو کام ضروری ہیں:

اور اگر دیکھا جائے تو خود ذکر بھی اپنی ذات میں عبادت ہے حاصل یہ نکلا کہ سالک کو دو کام کرنے ہیں ایک ضروری اور وہ احکام شرعیہ کی پابندی ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی دوسرا مستحب ہے اور وہ ذکر کی کثرت ہے۔ احکام کی پابندی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ذکر کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہی سلوک کا خلاصہ ومغز ہے۔

اگر ان چیزوں کو سالک نے حاصل کرلیا تو اس نے مقصود کو پالیا اور منزل پر پہنچ گیا۔

سالک کے لئے غیر ضروری امور:

لیکن ہر سالک کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ راہ سلوک میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں نہ تصرفات، نہ ذکر واشغال میں انوارات کا ظہور ضروری ہے نہ اچھے منامات، نہ عبادات میں لذت وحلاوت ضروری ہے نہ الہامات، شیخ کے ذمہ مرید کو قیامت میں نہ بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ دنیاوی کام وکاج میں فتحیابی کی، نہ روزگار میں اضافہ کی ذمہ داری ہے نہ اچھے کاروبار کی، بلکہ یہ راستہ صرف اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا قرب وتعلق حاصل کرنے کا راستہ ہے، لہٰذا ان چیزوں کی اپنے شیخ سے امید رکھنا یہ اس طریق کے منافی ہے جو مقصود ہے اور اس کے حاصل کرنے کا جو ذریعہ ہے شیخ کا کام اس کو بتلانا اور اس راہ پر ڈالنا ہے باقی

محنت ومجاہدہ کے ذریعہ آگے بڑھنا اور ترقی کرنا یہ سارا کام سالک کا ہے۔

اگر کوئی سمجھتا ہے کہ شیخ اپنی توجہ کے ذریعہ ہمیں اونچے مقامات پر پہنچا دے گا تو یہ شدید غلطی ہے۔

یہ یادرکھنا چاہئے کہ معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے بندہ معمولی ہو یا غیر معمولی سب کو معمولاتی بننا پڑتا ہے اسی کے بعد کچھ حاصل ہوتا ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بہت اہتمام سے مریدین سے یہ فرمایا کرتے تھے پیارو معمولات کی پابندی کا خیال رکھنا اس کے بغیر ترقی نہیں ملے گی۔

قبض کے اسباب مختلفہ:

قبض کے اسباب مختلف ہیں۔

ا-کبھی قبض باطن۔معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے خواہ وہ معصیت عینی ہو یا لسانی، انفی ہو یا اذنی، یدی ہو یا رجلی، عملی ہو یا فکری۔بہرحال معصیت جو سالک کے لئے انتہائی درجہ مہلک اور زہر ہے اس کے ارتکاب سے بھی خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ لیلاً ہو یا نہاراً، عمداً ہو یا سہواً، خلوۃً ہو یا جلوۃ قبض طاری ہوجاتا ہے اور اعمال سے بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور ذکر وتلاوت کا شوق کم یا ختم ہوجاتا ہے، اس کا علاج توبہ واستغفار ہے، لہٰذا سالک کو چاہئے کہ قولی طور پر توبہ اور استغفار کا اہتمام کرے اور عملی طور پر بھی صلوۃ التوبہ کا التزام کرے۔

۲-کبھی دماغ کی خشکی اور کسی بیماری کی وجہ سے بھی قبض ہوتا ہے، لیکن

یہ صورۃً قبض ہوتا ہے جس میں علاج کی ضرورت پڑتی ہے اور طبیب سے مراجعت اور مشورہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

لہٰذا اگر قبض کی وجہ دماغ کی خشکی یا جریان یا کثرت احتلام یا دیگر کوئی بیماری ہو تو شیخ و مرشد کو اطلاع کے ساتھ کسی ماہر ڈاکٹر یا طبیب سے رجوع کر کے اس کا علاج و معالجہ کرانا چاہئے۔

۳-کبھی کسی ناگوارِ طبع بات یا کام کے پیش آجانے کی وجہ سے بھی قبض ہوتا ہے، اس کا علاج اس ناگوار خاطر جزء کا ازالہ ہے، خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، بعجلت ہو یا بدیر جب تک وہ چیز ختم نہیں ہوگی اس وقت تک قبض کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لئے ان امور کو ذہن میں رکھ کر ہر سالک کو چلنا چاہئے۔

اللہ والا بننے کے لئے تین رکاوٹیں:

جب انسان گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی رضاء جوئی والی زندگی اختیار کرتا ہے تو اس کو عموماً تین طرح کی رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں جن رکاوٹوں کو دور کرنا اور اللہ کی رضاء جوئی میں آگے بڑھتے رہنا ایک مشکل ترین کام ہوتا ہے، لیکن جن کے ساتھ اللہ کا فضل شامل حال ہو جاتا ہے اور توفیق ایزدی کے ساتھ ہمت وقوت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اللہ پاک کی مدد اس کے ساتھ ہو جاتی ہے اور جو ان رکاوٹوں کی نظر ہو جاتا ہے وہ منزل سے دور ہو جاتا ہے۔

(ا) پہلی رکاوٹ نفس ہے، جس کا کام برائیوں کی ترغیب دینا اور

برائیوں کو مرغوب اور سہل انداز میں پیش کر کے اس کی طرف راغب کرنا ہے۔
جس کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے۔

ارشاد ہے:"**اعدی عدوک الذی بین جنبیک**"۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:"**ان النفس لأمارة بالسوء**" نفس کے مکائد کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ وہ بہکاتا ہے کہ اچھے اچھے لوگ اس کے دام فریب میں آجاتے ہیں اور اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسری رکاوٹ شیطان ہے۔

یہ بھی مستقل جال بنتا رہتا ہے اور اپنا شکار بنانے کی فکر میں ہمہ وقت لگا رہتا ہے۔

اللہ کے قرب کے متلاشی لوگوں کے قریب تر ہو کر مختلف قسم کے شکوک وشبہات کا القاء کرتا رہتا ہے اور اللہ سے دور کرنے کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے اور پورا زور لگاتا ہے کہ اللہ کو پانے والے راستہ سے بھٹک کر میرے بتلائے ہوئے راستہ پر آجائیں۔

اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:"**ان الشیطان لکم عدو**" اور"**ان الشیطان لکم عدو مبین**"۔

(۳) تیسری رکاوٹ ماحول وگردوپیش معاشرہ بنتا ہے اور یہ جب جملہ سننا پڑتا ہے کہ "ستر چوہا کھا کر بلی چلی حج کرنے" اور اس طرح دل خراش

جملوں کی جب بوچھار شروع ہوتی ہے تو بعض لوگ ہمت چھوڑ کر رجعت قہقری کر لیتے ہیں اور جہاں سے چلے تھے پھر وہیں پہونچ جاتے ہیں اور بعض لوگ ان طعنوں اور بھبھکیوں کو برداشت کرتے ہوئے اور زبان کے تیر ونشتر کو جھیلتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے ہیں، ایسے لوگ شیخ کے دامن کی وابستگی کے ساتھ منزل پر پہونچ جاتے ہیں۔

اس لئے ہر سالک کو چاہیئے کہ ان موانع ورکاوٹوں پر نظر رکھے اور اس میں الجھنے کے بجائے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے آگے بڑھتا رہے اور منزل پر نگاہ رکھے۔

انشاء اللہ ایک دن وہ آئے گا کہ واصل بحق ہوجائے گا اور اللہ کا قرب اس کو حاصل ہوجائے گا۔

☆☆☆

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء وتخصص فی الحدیث تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں ہزار فیض یافتہ تلامذہ ہند وبیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد ۴۰ ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، أحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، حیات حبیب الامت (اول، دوم، سوم، چہارم)، حضرات صوفیاء اوران کا نظامِ باطن، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، حبیب السالکین، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل،

حبیب الفتاوی، رسائل حبیب (جلد اول، دوم)،تحقیقات فقہیہ، التوضیح الضروری شرح القدوری، ملفوظات حبیب الامت (جلد اول و دوم)، اک چراغ، جمال ھمنشیں ،جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ ان میں خاص طور پرحبیب الفتاوی کی آٹھ جلدیں جدید ترتیب، تعلیق وتخریج کے ساتھ مکمل و مدلل اہل افتاءودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کرچکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعو خصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی و صدر ہیں۔ جس کے تحت درجنوں مکاتب غریب علاقوں میں چل رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر کا کام ہورہا ہے اور غرباء ومساکین و بیوگان کی ماہانہ وسالانہ امداد کی جاتی ہے۔ **جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور**، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے بانی و مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ جامعہ کے دارالافتاءوالقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت قاری **صدیق احمد** صاحب باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی

خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔اورالحمدللہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اورحضرت مولانا **عبدالحلیم** صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی حاصل ہے۔روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزارافراد ہندوبیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔آج تک سیکڑوں حضرات آپ سے اجازت بیعت حاصل کر چکے ہیں جوخانقاہی نظام سے وابستہ ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کوخصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے،آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہندوبیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔اورانٹرنیٹ پربھی آپ کے خطابات موجود ہیں،جن سے ایک عالم مستفید ہورہا ہے۔

(Go You Tube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں،اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے،اللہ پاک ہم سب کوحضرت والا کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اورآپ کے علوم وفیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

حبیب الفتاوی

اربابِ افتاء واصحابِ علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدودشرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم اور ۴۰ کتابوں کے مصنف حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے درجنوں کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء

ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریبا تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

☆☆☆

ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ حبیب آباد جھٹکاہی ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن، بہار

(۴) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۵) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی

حضرت حبیب الامت کی تصنیفات ایک نظر میں

(۱) حبیب الفتاوی (جلد اول)

(۲) حبیب الفتاوی (جلد دوم)

(۳) حبیب الفتاوی (جلد سوم)

(۴) حبیب الفتاوی (جلد چہارم)

(۵) حبیب الفتاوی (جلد پنجم)

(۶) حبیب الفتاوی (جلد ششم)

(۷) حبیب الفتاوی (جلد ہفتم)

(۸) حبیب الفتاوی (جلد ہشتم)

(۹) تحقیقات فقہیہ (جلد اول)

(۱۰) تحقیقات فقہیہ (جلد دوم)

(۱۱) رسائل حبیب (جلد اول)

(۱۲) رسائل حبیب (جلد دوم)

(۱۳) صدائے بلبل (جلد اول)

(۱۴) حبیب العلوم شرح سلم العلوم

(۱۵) التوضیح الضروری شرح القدوری

(۱۶) ملفوظات حبیب الامت (جلداول ودوم)

(۱۷) جمال ہم نشیں

(۱۸) حیات حبیب الامت (جلداول،دوم،سوم، چہارم)

(۱۹) احب الکلام فی مسئلۃ السلام

(۲۰) مبادیات حدیث

(۲۱) نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

(۲۲) التوسل بسید الرسل

(۲۳) جذب القلوب

(۲۴) حبیب السالکین

(۲۵) تصوف وصوفیاءاوران کانظام تعلیم وتربیت

(۲۶) حضرات صوفیاءاوران کانظام باطن

(۲۷) قدوۃ السالکین

(۲۸) المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

(۲۹) احکام یوم الشک

(۳۰) نوٹ کی شرعی حیثیت

(۳۱) والدین کا پیغام زوجین کے نام

(۳۲) علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت

(۳۳) مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

(۳۴) درود وسلام کا مقبول وظیفہ

(۳۵) خدمات حبیب الامت

(۳۶) خطبات حبیب الامت

(۳۷) برکات قرآن

(۳۸) اک چراغ

☆☆☆

جامعہ کا مختصر تعارف

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا، ضلع اعظم گڈھ کا وہ قابل ذکر وفخر اور معیاری ادارہ ہے، جس کی بنیاد علاقہ کی ضرورت اوروقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ نے رکھی، اورانہی کی جہد مسلسل، سعی پیہم اورمخلصانہ کارکردگی اورمحنت کا یہ ثمرہ ہے کہ جامعہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے اتنی پیش رفت حاصل کی ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، اورروزافزوں ترقی ہرگوشہ سے دعوت نظارہ دے رہی ہے، اورجامعہ کا ہر چپہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے:

ہر شئی سے یہاں ہوتا ہے عیاں، فیضانِ علومِ حبیب اللہ
چھایا ہے ہر اک بام ودر پر، لمعانِ نجومِ حبیب اللہ

احاطۂ جامعہ صرف دارالعلوم ہی نہیں، بلکہ ایک شہرِ علم ہے، ظاہری وباطنی، علمی وروحانی اعتبار سے معاصرین پرسبقت حاصل کرچکا ہے۔

ع یہ دار علوم اسلامی صد رشک ضیاء طور بنا

وسیع رقبہ پرآباد یہ شہر علم مدارس اسلامیہ ہند کی تاریخ کا ایک روشن باب بن چکا ہے، اور سیکڑوں طالبان علوم نبوت یہاں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں، باطنی وروحانی کیفیات کے اعتبار سے یہ ادارہ اپنی مثال آپ ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ کی علمی، روحانی، فکری وذہنی صلاحیتوں کا جلوہ صد رنگ ارتقائی شکل میں ہر طرف عیاں ہے، اس علمی گہوارہ کا اپنی مضبوط کارکردگی، اعلی تعلیم اوراپنے بلندعزائم وحوصلوں میں ایک خصوصی مقام ہے۔

جس کا نمونہ پیش کرنے سے معاصرادارے تہی دامن ہیں۔

الحمدللہ اس قلیل عرصہ میں 500 طلباء حافظ اور درجنوں عالم اور سیکڑوں مفتی بن چکے ہیں اور تیس (۳۰) طلباء تخصص فی الحدیث سے فارغ ہوچکے ہیں، اوراب تک چالیس (۴۰) کتابیں یہاں سے شائع ہوچکی ہیں اور کئی لاکھ کی کتابیں کتب خانہ میں موجود ہیں جن سے طلباء، اساتذہ استفادہ کررہے ہیں۔ چھوٹے بڑے 80 کمرے تعمیر ہوچکے ہیں، اس کے علاوہ وسیع وعریض مسجد، کتب خانہ، دارالافتاء، دارالتصنیف، دارالمطالعہ، دارالمدرسین، پانی کی ٹنکی وغیرہ کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، اس کے علاوہ الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت مکاتب کا قیام، مساجد کی تعمیر کے علاوہ غرباء ومساکین وبیوگان کی وافر مقدار میں ماہانہ وسالانہ امداد بھی کی جاتی ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے اورعزم وحوصلہ سے نوازے۔ آمین

☆☆☆

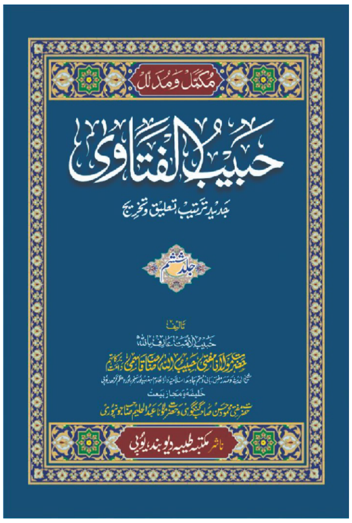

مکمل ومدلل
حبیب الفتاویٰ
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد ششم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

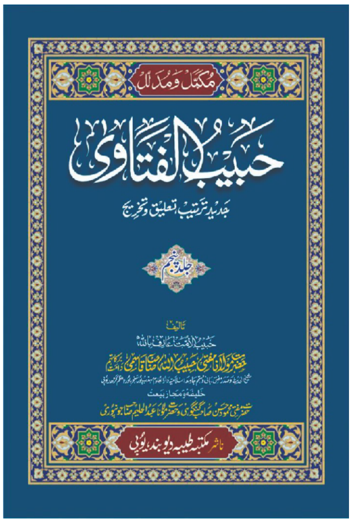

مکمل ومدلل
حبیب الفتاویٰ
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد پنجم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

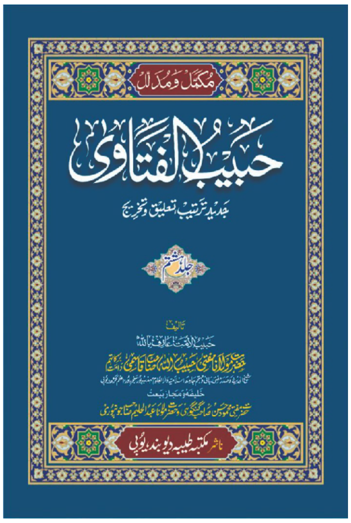

مکمل ومدلل
حبیب الفتاویٰ
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد ہشتم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

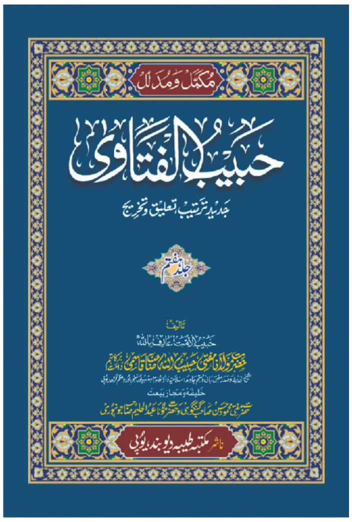

مکمل ومدلل
حبیب الفتاویٰ
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد ہفتم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی